ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

دسمبر 2020ء - ربیع الآخر 1442ھ (جلد 18 شمارہ 04)

جلد 18 شمارہ 04

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

دسمبر 2020ء - ربیع الآخر 1442ھ

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس — مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود

فی شمارہ.................. 25 روپے
سالانہ.................. 300 روپے

خط و کتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

ترتیب و تحریر

صفحہ

آئینۂ احوال..................''کورونا'' چند تحفظات وخدشات.........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط 9)......غیر مسلموں سے ولایت ومحبت کی ممانعت.....// // 6

درسِ حدیث ....''حسنِ ظن'' کی اہمیت...........// // 12

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات...// // 18

جنسی جرائم کی روک تھام، مگر کیسے؟.................................مولانا شعیب احمد 29

ماہِ رمضان: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات...........مولانا طارق محمود 34

علم کے مینار:..... فقہی مسالک کی تدوین وترویج (حصہ سوم).......مفتی غلام بلال 36

تذکرۂ اولیاء:..........جمعِ قرآن کے لئے عمر رضی اللہ عنہ کی رائے.......مفتی محمد ناصر 41

پیارے بچو!........................کلاس میں ایک دن.............مولانا محمد ریحان 44

بزمِ خواتین .....عدالتی تفریق میں خواتین کے اختیارات (پہلا حصہ).....مفتی طلحہ مدثر 46

آپ کے دینی مسائل کا حل ....ناقابلِ انتفاع

مقدس اوراق کو جلانے کا حکم (دوسری وآخری قسط)...................................ادارہ 53

کیا آپ جانتے ہیں؟... ''مجالسِ ذکر'' سے متعلق ایک خط کا جواب...مفتی محمد رضوان 74

عبرت کدہ .... فرعون کی دھمکیاں اور ''رجلِ مومن''

کی دعوت (آخری حصہ دہم)...مولانا طارق محمود 80

طب وصحت.....................''سَفَرجَل'' یا بہی.............حکیم مفتی محمد ناصر 85

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز..........................// // 88

اخبارِ عالم ......قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں...........مولانا غلام بلال 90

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

’’کورونا‘‘ چند تحفظات وخدشات

’’کورونا‘‘(COVID 19) کے نام سے آج کل ایک وبائی بیماری کا دنیا بھر میں چرچا ہے، ہم اس کے بیماری اور وبائی بیماری ہونے سے تو اصولی طور پر اختلاف نہیں کرتے، واقعتاً یہ ایک بیماری اور مرض ہے، خواہ اس کو کسی سازش کے تحت پھیلایا گیا ہو، یا قدرتی طور پر دوسری عام بیماریوں کی طرح اس کا پھیلاؤ ہوا ہو، اس کا یقینی علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی ہے، جس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بعد سب سازشیوں کا پردہ چاق ہو جائے گا۔فانتظروا انی معکم من المنتظرین۔

لیکن اس بات میں شک نہیں کہ اس مرض کی تشہیر وتبلیغ ونشر واشاعت اور اس کا خوف وہراس، جس طرح پھیلایا جارہا ہے، وہ ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔

دنیا میں اور بھی بہت سی بیماریاں، اس وقت موجود ہیں، مثلاً کینسر کی بیماری، دمہ کی بیماری، عام نمونیہ کی بیماری، شوگر کی بیماری، بلڈ پریشر کی بیماری وغیرہ وغیرہ، ان بیماریوں میں مبتلا ہونے اور ان بیماریوں کے سبب سے دنیا بھر میں روزمرہ کی بنیاد پر فوت ہونے والوں کی تعداد بھی بہت ہے۔

لیکن نہ تو اس قسم کے امراض میں مبتلا، اور ان امراض کے سبب سے فوت ہونے والے لوگوں کی روزمرہ کی سطح پر تشہیر واشاعت کی جاتی اور نہ ہی ان سے فوت ہونے والوں اور ان بیماریوں میں مبتلا ہونے والے لوگوں کی فہرست تیار کرکے، روزانہ کی بنیاد پر نشر واشاعت کی جاتی، اور نہ ہی پہلی تعداد کو اگلی تعداد کے ساتھ شامل کرکے سلسلہ آگے بڑھایا جاتا، جیسا کہ ’’کورونا‘‘ نام کی موجودہ بیماری کے سلسلے میں طرزِ عمل اختیار کیا جارہا ہے، ظاہر ہے کہ قطرہ قطرہ ملا کر دریا اور ذرہ ذرہ ملا کر پہاڑ ہو جاتا ہے، اور اس کے نتیجے میں اس کو امتیازی درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے، جیسا کہ ہم روزمرہ، یا وقتاً فوقتاً کسی نہ کسی چیز میں تھوڑے بہت پیسے خرچ کرتے رہتے ہیں، لیکن ان کا باقاعدہ حساب وکتاب نہیں رکھتے، اور سال بھر، بلکہ مہینہ بھر میں ان

www.idaraghufran.org

کی مقدار بہت زیادہ ہوجاتی ہے،لیکن ہماری اس طرف توجہ نہیں جاتی،اب اگر ہم اپنے روزمرہ اور وقتاً فوقتاً کے ان اخراجات کا حساب لگانا شروع کردیں،اور روزانہ کی بنیاد پر گزشتہ اخراجات کو اگلے اخراجات کے ساتھ جمع کر کے ملاحظہ کرنا شروع کردیں،تو پریشان ہوجائیں کہ یہ تو بہت زیادہ خرچ ہوگیا،اور جب یہ سلسلہ طول پکڑتا رہے،تو یقیناً ایک وقت انسان بہت زیادہ گھبرا جائے گا۔

یہی کیفیت ''کورونا'' کی بیماری اور اس کے نتیجہ میں فوت ہونے والے افراد کی تعداد کے مروجہ نشرواشاعت کے طریقۂ کار کی بھی ہے کہ بار بار اور روزمرہ کی سطح پر اس بیماری سے متاثرہ افراد کی تعداد کو ہائی لائٹ کرنے کی وجہ سے اس بیماری کا خوف و ہراس زیادہ پھیل رہا ہے، ہر شخص اپنے علاوہ دوسرے شخص کو اس بیماری میں مبتلا ہونے کے خدشہ میں مبتلا کردیا گیا ہے، جبکہ ہر شخص کے لیے خود یہ ذہنی الجھن اور ہر وقت کی پریشانی بھی ایک مستقل بیماری، بلکہ کئی دوسری بیماریوں کا سبب ہے۔

ورنہ یہ بیماری نہ تو اتنی سنگین ہے، جتنے سنگین کئی دوسرے امراض اس وقت موجود ہیں،اور نہ ہی یہ بیماری نا قابلِ علاج ہے،مزید یہ کہ اس بیماری کے علاج میں دواء سے زیادہ پرہیز اور غذاء کو اہمیت حاصل ہے،جس کو تھوڑی سی توجہ واہتمام کے ساتھ ہر شخص اختیار کرسکتا ہے۔

اس کے علاوہ اس بیماری کی آڑ میں اور بھی کئی سازشوں کے خدشات ظاہر کیے جاتے ہیں،جن کو مختلف واقعات سے تقویت پہنچ رہی ہے، مثلاً ایک تاثر یہ ہے کہ اس بیماری کی آڑ میں مختلف شخصیات کو موت کی بھینٹ چڑھانے، یا عوام سے دور رکھنے کے لیے اس کو ہتھیار کے طور پر بھی استعمال کیا جارہا ہے کہ مقتدر طاقتیں اس بیماری کی آڑ میں بعض لوگوں کو اپنے خلاف ہونے والے اقدامات سے دور رکھنے کے لیے قرنطینہ کرانے کے لیے اس بیماری کا سہارا ڈھونڈتی ہیں، یا اپنے خلاف ہونے والے عوامی اجتماعات کو روکتی ہیں، اور اس بیماری کے وائرس سے متاثر کرکے، یا میڈیکل رپورٹ والوں کے توسط اور سازباز سے غلط رپورٹ کے ذریعے، دوسرے کو اس بیماری میں مبتلا قرار دے کر قرنطینہ کرادیتی ہیں، یا موت کے گھاٹ اتروادیتی ہیں۔

اس بیماری کے تمام متاثرین کے متعلق تو یہ حکم لگانا درست نہیں، تاہم جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اس واقعی

درجہ کی بیماری کی آڑ میں اس طرح کے واقعات کے خدشات کونظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

ان حالات میں، کسی خاص شخصیت، یا مختلف اشخاص کی بیماری، یا ان کی موت پر اس سبب سے حکم لگانے سے قطع نظر کرتے ہوئے، احتیاط وعافیت اس میں ہے کہ ہر شخص اپنی جگہ پوری احتیاط سے کام لے، اس بیماری کے اسباب سے اجتناب کے ساتھ ساتھ حفاظتی تدابیر کو اختیار کرے، اور اگر اس طرح کی، یا کوئی بھی بیماری لاحق ہوجائے، تو علاج ومعالجہ کے سلسلہ میں اپنے معالجین اور ان کی طرف سے تجویز کردہ دواء وغیرہ کے سلسلہ میں جہاں تک ممکن ہو، احتیاط میں سستی وغفلت سے کام نہ لے، اور آنکھیں بند کرکے ہر معالج اور اس کی تجویز کردہ دواء پر اعتماد نہ کر بیٹھے، بالخصوص غیر ذمہ دارانہ سرکاری ہسپتالوں میں علاج ومعالجہ کے سلسلے میں اپنی حسبِ قدرت احتیاط کونظرانداز نہ کرے۔

اور جب تک ممکن ہو، خود اپنے مقام پر رہتے ہوئے پرہیز، اور علاج بالغذاء(Treatment with Food)نیز معتبر معالجین کی تجویز کردہ دواء کا اہتمام کرے۔

اللہ تعالیٰ پوری امتِ مسلمہ کو ہر قسم کی سازشوں اور بیماریوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

علمی وتحقیقی رسائل (جلد11)

(1)...شفاعة فی الأخرة (اقسام واحکام)

(2)...اھلِ فترة وجاھلیة کا حکم

علمی وتحقیقی رسائل (جلد12)

(1)...احادیث ختم نبوت

(2)...شَفَاعَةُ النَّبِیِّ لِأَبَوَیِ النَّبِیِّ

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط9، آیت نمبر28)

مفتی محمد رضوان

غیر مسلموں سے ولایت ومحبت کی ممانعت

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (سورة آل عمران، رقم الآية ٢٨)

ترجمہ: مومنوں کو چاہئے کہ مومنوں کے علاوہ کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو یہ فعل کرے گا تو اللہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں، مگر یہ کہ بچاؤ کرنا چاہو تم ان سے، اور ڈراتا ہے تم کو اللہ اپنے آپ سے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (سورہ آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

مذکورہ آیت میں بتلایا گیا ہے کہ مؤمنوں کو چاہئے کہ وہ مؤمنوں کو اپنا دوست بنائیں، اور کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں، اور جو شخص یہ فعل کرے گا، یعنی غیر مسلموں کو دوست بنائے گا، تو اللہ اس سے سخت ناراض و بے زار ہوگا، البتہ اگر کسی وقت کافروں کی طرف سے کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، تو اس نقصان سے اپنا بچاؤ کرنے کے لئے صورتاً دوستی کا اظہار اور ظاہری رکھ رکھاؤ کا برتاؤ کرنے میں حرج نہیں، لیکن ان سے دلی وقلبی طور پر محبت کی اجازت نہیں، اس سلسلے میں کوئی غلط بیانی اور دھوکہ دہی کا ارتکاب کرے گا کہ اوپر سے ضرورت و مجبوری کا اظہار کر کے، دلی وقلبی دوستی کرے گا، تو اسے اللہ سے ڈرنا چاہیے، اور اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ اسے اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے، جہاں سب کچا چھٹا کھل جائے گا۔

قرآن مجید کی دوسری آیات میں بھی غیر مسلموں، کافروں سے قلبی ودِلی دوستی کرنے اور اس کے نتیجے میں، ان کو اپنا ہمراز بنانے سے منع کیا گیا ہے۔

سورہ آلِ عمران میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

www.idaraghufran.org

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ (سورة آل عمران، رقم الآية ١١٨)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنے (مذہب کے) علاوہ کسی کو اپنا رازدار نہ بنانا، وہ (غیر مذہب کے) لوگ تمہاری تباہی میں کسی طرح کوتاہی نہیں کریں گے، وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں، ان کی زبانوں سے تو دشمنی ظاہر ہو ہی چکی ہے اور جو کچھ ان کے سینوں میں (بُغض وعداوت) مخفی ہے، وہ کہیں زیادہ ہے، ہم نے تمہارے لئے آیات کو واضح کردیا ہے، اگر تم عقل رکھتے ہو (سورہ آل عمران)

معلوم ہوا کہ غیر مسلم، سے نہ تو قلبی ودلی دوستی ومحبت جائز ہے، اور نہ اس کو اپنا ہمراز بنانا جائز ہے۔

سورہ نسآء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَتُرِيدُونَ أَن تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا (سورة النساء، رقم الآية ١٤٤)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ (ان کو دوست بنا کر) اپنے اوپر اللہ کی واضح حجت قائم کرلو (سورہ نساء)

اللہ کی واضح حجت قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کردیا ہے، جو یہ عمل کرے گا، تو وہ بروزِ قیامت اللہ کی ناراضگی اور عذاب کا مستحق ہوگا۔

سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (سورة المائدة، رقم الآية ٥١)

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ بناؤ تم، یہود اور نصاریٰ کو دوست، ان کے بعض، بعض کے دوست ہیں، اور جو کوئی دوستی کرے گا، ان کے ساتھ تم میں سے، تو بے شک وہ ان میں

سے ہے، بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا، ظالموں کو (سورہ مائدہ)

مذکورہ آیت میں یہود ونصاریٰ کی دوستی پر سخت وعید سنائی گئی ہے۔

سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا آبَاءَ كُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ

(سورۃالتوبۃ، رقم الآیۃ ۲۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ بناؤ تم اپنے باپوں اور بھائیوں کو دوست، اگر وہ محبت رکھیں ایمان کے مقابلہ میں کفر سے، اور جو کوئی دوست بنائے گا، ان کو تم میں سے، تو یہ لوگ ہی ظالم ہوں گے (سورہ توبہ)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کافر سے قریبی رشتہ داری بھی ہو، تب بھی اس سے قلبی دوستی جائز نہیں۔

سورہ مجادلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآئَهُمْ اَوْ اَبْنَآئَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورۃ المجادلۃ، رقم الآیۃ ۲۲)

ترجمہ: نہیں پائیں گے، آپ ایسی قوم، جو ایمان رکھتی ہو، اللہ اور قیامت کے دن پر کہ وہ دوستی رکھتے ہوں ان لوگوں، جو مخالفت کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کی، اگرچہ ہوں وہ ان کے باپ، یا بیٹے، یا بھائی، یا کنبے کے لوگ، یہی وہ لوگ ہیں کہ لکھ دیا ہے، ان کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو، اور قوت دی ان کو اپنی رحمت سے، اور داخل کرے گا وہ انہیں، جنتوں میں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے، یہی اللہ کی جماعت ہے، خبردار بیشک اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہونے والی ہے (سورہ مجادلہ)

www.idaraghufran.org

سورہ ممتحنہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُوْنَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَاءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ (سورة الممتحنة، رقم الآية ١)

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ بناؤ تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست کہ ان کے پاس دوستی کے پیغام بھیجو، حالانکہ جو تمہارے پاس حق آیا ہے، یہ لوگ اس کے منکر ہیں (سورہ ممتحنہ)

معلوم ہوا کہ غیر مسلموں سے نہ تو دِلی دوستی اور قلبی محبت رکھنا جائز ہے، اور نہ ان کو اپنا مقرب اور ہمراز بنانا جائز ہے۔

کسی سے محبانہ تعلقات اور قلبی ودِلی دوستی ومحبت کرنے کا گہرا اثر انسان کے اپنے نظریات، اعمال واخلاق پر بھی فطری اعتبار سے پڑا کرتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ (مسند احمد، رقم الحديث ٨٤١٧، سنن الترمذى، رقم الحديث ٢٣٧٨)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوا کرتا ہے، تو تم میں سے ہر ایک اس کو دیکھ لے کہ وہ کس کے ساتھ دوستی کررہا ہے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ عموماً انسان پر اس کے دوست کے نظریات واعمال اور اخلاق کے اثرات پڑا کرتے ہیں، لہٰذا اگر غیر مسلم سے قلبی ودلی دوستی ہوگی، تو اس کے غیر اسلامی اور کفریہ وشرکیہ فاسد نظریات واعمال اور اخلاق کا بھی فطری طور پر اثر پڑے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، كَيْفَ تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ أَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ؟فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: اَلۡمَرۡءُ مَعَ مَنۡ أَحَبَّ(بخاری، رقم الحدیث ۶۱۶۹)

ترجمہ: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اوراس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ایسے آدمی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، جو کسی قوم کے ساتھ محبت رکھتا ہے، لیکن ان کے ساتھ لاحق نہیں ہوتا (یعنی ان میں پوری طرح داخل نہیں ہوتا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اس کے ساتھ ہوگا، جس سے وہ محبت کرے (بخاری)

ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا میں اس جیسا عمل کرے گا، اوراس کے علاوہ آخرت میں بھی اس کے ساتھ محشور ہونے کا خطرہ ہے۔

اس کے علاوہ دوست انسان کے بہت سے رازوں سے بھی واقف ہوجاتا ہے، اور پھر اس کی طرف سے نقصان پہنچنے کے خدشات میں اضافہ ہوجاتا ہے، اسی لئے اسلام میں غیر مسلم کو ہمراز بنانے کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔

ان وجوہات کی بناء پر قرآن وسنت میں غیر مسلموں سے محبانہ تعلقات قائم کرنے اوران کو اپنا دوست اور ہمراز بنانے کی ممانعت آئی ہے۔

خلاصہ یہ کہ کسی بھی قسم کے غیر مسلم سے محبانہ تعلق کی اجازت نہیں۔

البتہ کچھ معاملات ایسے ہیں کہ وہ غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہیں، محبانہ تعلقات کے علاوہ دوسرا تعلق منصِفانہ وعادلانہ ہوتا ہے، غیر مسلموں سے منصِفانہ وعادلانہ تعلقات نہ صرف یہ کہ جائز ہیں، بلکہ ان کی تاکید ہے، اور ایک تیسرا تعلق محسنانہ وکریمانہ ہوتا ہے، اس طرح کے تعلقات بعض غیر مسلموں سے جائز اور بعض سے ناجائز ہیں۔

چنانچہ غیر مسلموں سے عام حالات میں معاملاتِ تجارت، خرید وفروخت اوراجارہ وملازمت وغیرہ جائز ہے۔[۱]

---

[۱] أنبأ عبد الرحمن ، قال :نا إبراهيم ، قال :نا آدم ، قال :نا ورقاء ، عن ابن أبي نجيح ، عن مجاهد :(لا يتخذ المؤمنون الكافرين أولياء من دون المؤمنين. قال : يعني :إلا مصانعة في الدنيا(تفسير مجاهد، رقم الحديث ۱۵۶)

www.idaraghufran.org

جلد 1

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...معینُ المفتی

(2)...رَفْعُ التَّشْکِیْکِ عَنْ حِیْلَۃِ التَّمْلِیْکِ

(3)...غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم

(4)...اَلْمَشَاکِلُ الْحَاضِرَۃُ فِیْ حُرْمَۃِ الْمُصَاھَرَۃِ

(5)...تحقیق طلاق بالکتابۃ والاکراہ

(6)...مجنون، غضبان اور سکران کی طلاق

مصنّف

مفتی محمد رضوان

جلد 2

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق

(2)... کشفُ الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء

(3)...اشکالیات فلکیۃ وفقھیۃ حول تحدید مواقیت الصلاۃ.

(4)... کیفیۃُ التحقق من صحۃ مواقیت الصلاۃ فی التقاویم.

مصنّف

مفتی محمد رضوان

جلد 3

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... النظر والفکر فی مبدء السفر والقصر

(2)... بِدَایَۃُ السَّفَرِ وَالْقَصْرِ فِیْ حَالَۃِ الْحَضَرِ وَالْمِصْرِ

(3)... منعُ مبدءِ السفر قبل مبدءِ القصر

(4)...جڑواں شہروں (Twin cities) میں سفر وقصر کا حکم

(5)...محرَم کے بغیر سفر کا حکم

مصنّف

مفتی محمد رضوان

جلد 4

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق

(2)...کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم

(3)...غیرُ اللہ کی نذر و نیاز و ذبح کا حکم

(4)...رؤیتِ باری تعالیٰ

(5)...قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم

(6)...خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ کا حکم

(7)...محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم

مصنّف

مفتی محمد رضوان

جلد 5

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت

(2)...مقدس اوراق کا حکم

(3)...قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم

(4)... خیرُ بِقاعِ الارض کی تحقیق (یعنی شرعاً افضل ترین قطعۂ زمین کون سا ہے؟)

مصنّف

مفتی محمد رضوان

جلد 6

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر

(2)...جمعہ کے دن دُرود پڑھنے کی تحقیق

مصنّف

مفتی محمد رضوان

جلد 7

علمی و تحقیقی رسائل

متبرک مقامات وآثار کے فضائل واحکام سے متعلق

13 علمی، فقہی وتحقیقی رسائل کا مجموعہ

مصنّف

مفتی محمد رضوان

جلد 8

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب

(2)...تفرّد کی حقیقت

مصنّف

مفتی محمد رضوان

جلد 9

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...تمباکو نوشی کے احکام

(2)...ضرورت وحاجت اور استقراض بالربح کی تحقیق

(3)...حمد ونعت اور اس کی شرائط

(4)...نام رکھنے کے عربی قواعد

(5)...انگور، کھجور و دیگر اشیاء کے نبیذ اور جوس وغیرہ کی تحقیق

(6)... بالوں میں وصل کی تحقیق

(7)...دَف کی تحقیق

مصنّف

مفتی محمد رضوان

جلد 10

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... پانی وڈھیلے سے استنجاء کی تحقیق

(2)...نیند سے وضو ٹوٹنے کی تحقیق

(3)...حرمت ونجاست سے متعلق اصول

(4)...تحقیق مسحِ رقبۃ

(5)...نماز کے وقت سوتے رہ جانا اور طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھنا

(6)...نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ

(7)...خواتین کی امامت وجماعت کا شرعی حکم

(8)...بوقتِ خطبہ آنے والے کو تحیۃ المسجد کا شرعی حکم

(9)... صلاۃُ التسبیح سے متعلق احادیث وروایات کی تحقیق

مصنّف

مفتی محمد رضوان

بسلسلہ: اصلاحِ معاشرہ

رِشتہ داروں سے متعلق فضائل واحکام

نسب، خاندان، برادری اور قبیلہ وغیرہ کی حقیقت اور اس کا درجہ ومرتبہ
رشتہ داروں سے صلہ رحمی کے فضائل وفوائد اور قطع رحمی کے قبائح ونقصانات
صلہ رحمی کی تاکید اور قطع رحمی کی وعید، صلہ رحمی اور قطع رحمی کی حقیقت اور صورتیں،
والدین سے صلہ رحمی، بہن بھائیوں، اولاد، زوجین اور دیگر اقرباء کے ساتھ صلہ رحمی
صلہ رحمی کے طریقے اور صلہ رحمی وحسنِ سلوک سے متعلق احکام وآداب
اور مختلف قسم کے رشتہ داروں کے بارے میں احکام

مصنّف

مفتی محمد رضوان

بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

ماہِ جمادی الاولیٰ و جمادی الاُخریٰ

ماہِ جمادی الاولیٰ وجمادی الاخریٰ سے متعلق احکام، اور تاریخی واقعات
اور چند سالانہ غیر شرعی وغیر اسلامی رسمیں

مصنّف

مفتی محمد رضوان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی

فون: 051-5507270

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

’’حسنِ ظن‘‘ کی اہمیت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَكُونُوا إِخْوَانًا (بخاری، رقم الحدیث ۵۱۴۳)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ، کیونکہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے، اور تم ایک دوسرے (کے عیبوں) کا تجسس نہ کرو، اور ایک دوسرے کی باتیں نہ سنو، اور (دنیا کے معاملات میں) ایک دوسرے سے آگے نہ بڑھو، اور ایک دوسرے پر اپنی فوقیت وبرتری ظاہر نہ کرو، اور ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو (یعنی اعراض نہ کرو) اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، اور تم بھائی بھائی ہو جاؤ (بخاری)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا نَظَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الْكَعْبَةِ، قَالَ: مَرْحَبًا بِكِ مِنْ بَيْتٍ مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ، وَلَلْمُؤْمِنُ أَعْظَمُ حُرْمَةً عِنْدَ اللّٰهِ مِنْكِ، إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنْكِ وَاحِدَةً وَحَرَّمَ مِنَ الْمُؤْمِنِ ثَلَاثًا: دَمَهُ، وَمَالَهُ، وَأَنْ يُظَنَّ بِهِ ظَنَّ السَّوْءِ (شعب الایمان، رقم الحدیث ۶۲۸۰)

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) کعبہ کی طرف دیکھا، تو فرمایا کہ تجھ کو مرحبا ہو، کوئی گھر بھی تیرے سے زیادہ قابلِ عظمت، اور تیری عزت سے زیادہ عظیم نہیں ہے، اور مومن کی، عزت اللہ کے نزدیک تجھ سے بھی زیادہ عظیم ہے، بے شک اللہ نے تیرے بارے میں ایک چیز کو حرام کیا ہے، اور مؤمن کی تین چیزوں کو حرام کیا ہے، اُس کے خون کو، اور اُس کے مال کو اور اُس کے ساتھ بُرا گمان کرنے کو (بیہقی)

www.idaraghufran.org

مذکورہ احادیث میں ’’بدگمانی‘‘ کو بدترین جھوٹ بتلایا گیا ہے، اور جھوٹ حرام و گناہ ہے، تو بدگمانی بھی حرام و گناہ ہوگی، اسی لیے ایک حدیث میں بدگمانی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں بہت زیادہ گمان کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور بعض گمانوں کو گناہ قرار دیا گیا ہے، جن سے مراد ’’بدگمانی‘‘ ہی والے ’’گمان‘‘ ہیں۔

سلیمان بن عبید سے روایت ہے کہ:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: لَا تَظُنَّنَ بِكَلِمَةٍ خَرَجَتْ مِنْ فِي امْرِءٍ مُسْلِمٍ سُوئًا وَأَنْتَ تَجِدُ لَهَا فِي الْخَيْرِ مَحْمَلًا (أمالی المحاملی – رواية ابن يحيى البيع، رقم الحديث ٤٦٠، ص ٣٩٥، مجلس يوم الأحد لثلاث بقين من شهر ربيع الأول سنة ثلاثين وثلاثمائة)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کلمہ، مسلمان شخص سے نکلے، تو آپ اس کے بارے میں برا گمان نہ کرو، جب تک آپ اس کے لیے اچھا محمل پاتے ہوں (امالی المحاملی)

اس قسم کی روایات کے پیشِ نظر، فقہائے کرام نے مسلمان کے کلام میں مختلف احتمالات کے ہوتے ہوئے، بلکہ ایک احتمال کے علاوہ، ننانوے احتمالات، کفر کے ہونے کی صورت میں بھی، کافر قرار نہ دیئے جانے کا حکم فرمایا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد، مزید تفصیل کے ساتھ مختلف سندوں سے مروی ہے، جس میں اور بھی کئی چیزوں کا ذکر ہے۔

چنانچہ حضرت قبیصہ بن جابر سے روایت ہے کہ:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: مَنْ عَرَّضَ نَفْسَهُ لِلتُّهْمَةِ فَلَا يَلُومَنَّ مَنْ أَسَاءَ بِهِ الظَّنَّ، وَمَنْ كَتَمَ سِرَّهُ كَانَتِ الْخِيَرَةُ فِي يَدِهِ، وَضَعْ أَمْرَ أَخِيكَ عَلَى أَحْسَنِهِ حَتَّى يَأْتِيَكَ مِنْهُ مَا يَغْلِبُكَ، وَمَا كَافَأْتَ مَنْ عَصَى اللَّهَ فِيكَ مِثْلَ أَنْ تُطِيعَ اللَّهَ فِيهِ، وَعَلَيْكَ بِصَالِحِ الْإِخْوَانِ، أَكْثِرِ اكْتِسَابَهُمْ فَإِنَّهُمْ

www.idaraghufran.org

زَيْـنٌ فِـي الـرَّخَـاءِ، وَعِدَّةٌ عِنْدَ الْبَلَاءِ، وَلَا تَسَلْ عَمَّا لَمْ يَكُنْ حَتَّى يَكُونَ، فَإِنَّ فِي مَا كَانَ شُغُلًا عَنْ مَا لَمْ يَكُنْ، وَلَا يَكُنْ كَلَامُكَ بَذْلَةً إِلَّا عِنْدَ مَنْ يَشْتَهِيهِ وَيَتَّخِذُهُ غَنِيمَةً، وَلَا تَسْتَعِنْ عَلَى حَاجَتِكَ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ نَجَاحَهَا، وَلَا تَسْتَشِرْ إِلَّا الَّذِينَ يَخَافُونَ اللَّهَ، وَلَا تَصْحَبِ الْفَاجِرَ فَتَعَلَّمَ مِنْ فُجُورِهِ، وَتَخَشَّعْ عِنْدَ الْقُبُورِ (الزهد لابی داؤد، ص۹۸، رقم الحديث ۸۳، من زهد عمر رضی الله عنه وأخباره)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے اپنے آپ کو تہمت کے لیے پیش کیا (یعنی خود اپنے اوپر تہمت لگوانے کا سبب بنا) تو وہ ہرگز اس کو ملامت نہ کرے، جس نے اس کے ساتھ بدگمانی کی، اور جس نے اپنے راز کو چھپا کر رکھا، تو خیر اور بھلائی اس کے قبضے میں رہے گی، اور تم اپنے بھائی کے معاملے کو اچھے پہلو پر محمول کرو، یہاں تک کہ آپ کے پاس کوئی ایسی دلیل آ جائے، جو آپ کے اس حسنِ ظن پر غلبہ حاصل کرلے، اور جو آپ کے متعلق اللہ کی نافرمانی کرے (یعنی آپ پر ناجائز ظلم کرے) مگر آپ اس شخص کے ساتھ برابری کرو، تو یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ آپ نے اس کے متعلق، اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کی، اور نیک دوستوں کو لازم پکڑو، اُن سے خوب استفادہ کرو، کیونکہ نیک دوست، خوشحالی کی زینت ہیں، اور آزمائش کے وقت کام آنے والے ہیں، اور جو ضرورت موجود نہ ہو، اس کے متعلق سوال نہ کرو، جب تک وہ پیش نہ آ جائے، کیونکہ آئندہ کی چیز میں مشغولی، پیش آمدہ چیز سے محرومی کا باعث ہے، اور تمہارا کلام، صرف اس شخص کے سامنے ہی خرچ ہونا چاہیے، جو اس کو پسند کرتا ہو، اور اس کو غنیمت جانتا ہو، اور تم اپنی ضرورت میں مدد صرف اسی سے طلب کرو، جو اس کے پورا ہونے کو پسند کرتا ہو، اور تم صرف ان ہی لوگوں سے مشورہ کرو، جو اللہ سے ڈرتے ہوں، اور تم بدکردار انسان کے ساتھ مت رہو، کیونکہ اس سے، آپ اس کی بدکرداری سے تعلیم حاصل کروگے، اور قبروں کے پاس خشوع اختیار کرو (الزہد لابی داؤد)

آج کل ایک مجلس میں کیے گئے کلام کو جو ’’فیس بک‘‘ وغیرہ سے دوسروں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، اور یہ غیر متعلقہ لوگوں کے پاس پہنچ کر بدگمانی کا سبب بنتا ہے، اس کی طرف بھی مذکورہ روایت میں اشارہ ہے۔

امام قشیری نے ’’تاریخ الرقۃ‘‘ میں ابوالملیح کی سند سے روایت کیا ہے کہ:

عن ميمون، قال: ما بلغني عن أخ لي مكروه قط، إلا كان إسقاط المكروه عنه أحب إلي من تحقيقه عليه؛ فإن قال: لم أفعل، كان قوله أحب إلي من بينة تشهد عليه [بقوله] ، وإن قال: قد قلت: ولم يعتذر؛ أبغضته من حيث أحببته (تاريخ الرقة للقشيرى، ص۴۸، ۴۹، رقم الرواية ۴۰، من نزل الرقة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم،ميمون بن مهران أبو أيوب نزل الرقة، وعقبه بها)

ترجمہ: حضرت میمون نے فرمایا کہ مجھے جب بھی میرے مسلمان بھائی کی طرف سے کوئی ناپسندیدہ بات پہنچی، تو مجھے اس شخص کے خلاف، تحقیق کرنے کے مقابلے میں، اس سے ناپسندیدہ چیز کو ساقط کرنا، زیادہ پسند ہوا، پھر اگر اس نے یہ کہا کہ میں نے یہ نہیں کیا، تو اس کا یہ کہنا مجھے اس کے خلاف گواہی کی دلیل سے زیادہ پسند ہوا، اور اگر اس نے یہ کہا کہ میں یہ بات کہی ہے، اور اس نے کوئی عذر پیش نہیں کیا، تو میں نے اس کو اسی حیثیت سے ناپسند کیا، جس حیثیت سے میں نے اس کو پسند کیا تھا (تاریخ الرقۃ)

ابونعیم اصبہانی نے اپنے سند کے ساتھ عبدالعزیز بن عمر سے روایت کیا ہے کہ:

قَالَ لِي أَبِي: يَا بُنَيَّ إِذَا سَمِعْتَ كَلِمَةً، مِنَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ فَلَا تَحْمِلْهَا عَلَى شَيْءٍ مِنَ الشَّرِّ مَا وَجَدْتَ لَهَا مَحْمَلًا مِنَ الْخَيْرِ (حلية الاولياء لابى نعيم الاصبهانى، ج۵ ص۲۷۷، تحت ترجمة ”عمر بن عبدالعزيز“)

ترجمہ: مجھے میرے والد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! جب آپ کسی مسلمان شخص سے کوئی بات سنیں، تو آپ اس کو کسی شر والے پہلو پر محمول نہ

www.idaraghufran.org

کریں، جب تک کہ آپ خیر کا کوئی پہلو پائیں (حلیۃ الاولیاء)

امام بیہقی نے ہشام بن کلبی کی سند سے روایت کیا ہے کہ:

قَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ: " إِذَا بَلَغَکَ عَنْ أَخِیکَ الشَّیْءُ تُنْکِرُهُ فَالْتَمِسْ لَهُ عُذْرًا وَاحِدًا إِلَى سَبْعِينَ عُذْرًا، فَإِنْ أَصَبْتَهُ وَإِلَّا قُلْ: لَعَلَّ لَهُ عُذْرًا لَا أَعْرِفُهُ "(شعب الایمان للبیهقی، رقم الروایة ۷۹۹۱، ج۱۰ ص ۵۵۹، فصل فی ترک الغضب، وفی کظم الغیظ، والعفو عن القدرة)

ترجمہ: جعفر بن محمد نے فرمایا کہ جب آپ کو اپنے بھائی کی طرف سے کوئی ایسی بات پہنچے، جس کو آپ برا سمجھتے ہیں، تو اس کے لیے کوئی ایک عذر تلاش کرو، ستر(70) تک بھی عذر تلاش کرنے پڑیں، تو تلاش کرو، اگر آپ کو کوئی عذر مل جائے، تو ٹھیک ہے، ورنہ آپ یہ کہیں کہ شاید اس کا کوئی ایسا عذر ہوگا، جو میں نہیں جانتا (شعب الایمان)

ابوعبدالرحمٰن سلمی نے ''آدابُ الصحبة'' میں منصور بن عبداللہ سے، انہوں نے ابوعلی ثقفی سے روایت کیا ہے کہ میں نے حمدون قصار کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

إِذَا زَلَّ أَخٌ مِنْ إِخْوَانِكُمْ فَاطْلُبُوا لَهُ سَبْعِينَ عُذْرًا، فَإِنْ لَمْ تَقْبَلْهُ قُلُوبُكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ الْمَعِيبَ أَنْفُسُكُمْ(آداب الصحبة لابی عبدالرحمن السلمی، ص ۴۵، رقم الروایة ۱۴، احذر صحبة الجهال)

ترجمہ: جب تمہارے مسلمان بھائی سے لغزش ہوجائے، تو اس کے لیے ستر(70) عذر تلاش کرو، پھر اگر تمہارے دل اس کے عذر کو قبول نہ کریں، تو تم یہ بات جان لو کہ اصل عیب تمہارے اندر ہے (آداب الصحبة)

اور امام غزالی رحمہ اللہ نے ''الاقتصاد فی الاعتقاد'' میں فرمایا کہ:

''مسلمان سے حسنِ ظن میں خطاء کرنا، اس پر طعن کرنے کے صواب سے زیادہ سلامتی والی بات ہے، اسی وجہ سے اگر مثلاً کوئی انسان، ابلیس، پر لعنت کرنے سے یا ابوجہل، یا ابولہب پر لعنت کرنے سے، یا شریر ترین لوگوں میں سے کسی پر لعنت کرنے سے سکوت

اختیار کرے، تو اس کے لیے سکوت مضر نہیں۔

اور اگر اس کے برعکس کسی مسلمان پر ایسی طعن وتشنیع کا ارتکاب کرے، جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بری ہے، تو اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیا، بلکہ بہت ساری ایسی چیزیں جو آپ کو لوگوں میں معلوم ہوں، ان کو زبان سے ظاہر کرنا بھی حلال نہیں ہوتا، جس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت نے غیبت سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، حالانکہ غیبت میں حقیقی اور واقعی بات کی خبر دی جاتی ہے۔

پس جو شخص اس فیصلہ کن چیز کو ملاحظہ کرے گا، اور اس کی طبیعت میں فضول چیز کی طرف میلان نہیں ہوگا، تو وہ تمام مسلمانوں کے ساتھ حسنِ ظن اختیار کرنے، اور ان کی طرف سے سکوت، لازم پکڑنے کو ترجیح دے گا''۔ انتھیٰ۔ [1]

آج کل بہت سے اہلِ علم اور دین دار عوام کا دوسروں کے ساتھ کیا طرزِ عمل ہے، وہ مذکورہ روایات وعبارات کی روشنی میں اس کا جائزہ لے سکتے ہیں۔

---

[1] واعلم أنک فی هذا المقام بین أن تسیء الظن بمسلم وتطعن علیه وتکون کاذباً أو تحسن الظن به وتکف لسانک عن الطعن وأنت مخطء مثلاً، والخطأ فی حسن الظن بالمسلم أسلم من الصواب بالطعن فیهم، فلو سکت إنسان مثلاً عن لعن ابلیس أو لعن أبی جهل أو أبی لهب أو من شئت من الأشرار طول عمره لم یضره السکوت، ولو هفا هفوة بالطعن فی مسلم بما هو بریء عند الله تعالی منه فقد تعرض للهلاک، بل أکثر ما یعلم فی الناس لا یحل النطق به لتعظیم الشرع الزجر عن الغیبة، مع أنه إخبار عما هو متحقق فی المغتاب. فمن یلاحظ هذه الفصول ولم یکن فی طبعه میل إلی الفضول آثر ملازمته السکوت وحسن الظن بکافة المسلمین(الاقتصاد فی الاعتقاد،لابی حامد محمد بن محمد الغزالی،ص ۱۳۲،الباب الثالث فی الامامة)

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

یک طرفہ جذباتی فیصلوں کا نقصان

(05ذوالقعدۃ1441ھ)

ہماری قوم میں ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ اس کی طرف سے عام طور پر یکطرفہ جذباتی فیصلے اور احکام صادر کردیے جاتے ہیں، جن کے درجات اور حد بندیوں کا بھی لحاظ نہیں کیا جاتا، اور ''حفظت شیئاً و غابت عنک اشیاء'' کا مصداق بنا جاتا ہے، جس کی وجہ سے کئی دینی اور دنیاوی نقصانات اور فسادات لازم آتے ہیں۔

چنانچہ بہت سے علماء اور دینی ذہن رکھنے والے عوام یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص بھی اگر نعوذ باللہ تعالیٰ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر بیٹھے، تو اس کو کسی بھی عامی شخص کا خود سے موقع پر قتل کردینا، بہت بڑی عبادت، ہمت وجرائت اور شجاعت والا کام ہے، اسی وجہ سے ایسا کرنے والے کو بڑی جلدی ''غازی'' ہونے کے تمغہ سے نواز دیا جاتا ہے، قطع نظر اس سے کہ ایسے فعل کا مرتکب فاسق وفاجر، بے نمازی اور بدعمل وغیرہ کیوں نہ ہو، اس طرزِ عمل میں جج وقاضی، بلکہ مفتی بھی ایک طرح سے اس عامی شخص کو قرار دے دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے علم اور فیصلے کے مطابق، جس کو گستاخِ رسول سمجھے، اس کو خود سے ہی مرتد سمجھ کر قتل کردے، اب ظاہر ہے کہ عوام الناس کے پاس اتنا علم نہیں ہوتا، جو کسی مسلمان کو کافر قرار دینے کے لیے ضروری ہے، عوامُ الناس کا تو حال یہ ہے کہ وہ جس طرح کے عالم، یا جس مسلک کے عالم سے بات سنتا ہے، اور اس سے عقیدت رکھتا ہے، اسی کو صحیح سمجھتا ہے، جبکہ ہمارے یہاں ایک مسلک کے شخص کے دوسرے مسلک کے شخص کو کافر، مرتد، گستاخ، بے ادب وغیرہ قرار دینے کی روایت عام ہے، ایسی صورت میں اگر کوئی عامی شخص اپنے علم اور فہم کے مطابق کسی موحّد اور متقی شخص، بلکہ عالمِ دین کو گستاخ سمجھ کر قتل کردے، تو پھر کیا بنے گا؟

www.idaraghufran.org

ظاہر ہے کہ اس طرح کی خرابیوں کی اصل وجہ یہی ہے کہ جج، قاضی اور مفتی کا منصب عوام کے ہاتھوں میں لینے کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے،اور اس پر ان کو بڑے بڑے القابات سے نوازا جاتا ہے،اور یہ نہیں سوچا جاتا کہ فقہائے کرام نے کسی کی تکفیر کرنے اور قتل کا حکم صادر کرنے کے سلسلے میں جو شرائط، احکامات وہدایات بیان فرمائے ہیں،ان کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔

اسی طرح مثلاً آج کل ''کورونا'' کی بیماری چلی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے بہت سے ڈاکٹروں اور عملے کی پوری توجہ اسی طرف ہوگئی ہے،اور بڑے بڑے ہسپتالوں کے پورے پورے وارڈ،اس کام کے لیے مختص کردیے گئے ہیں، جہاں صرف چند مریضوں پر ساری صلاحیتیں خرچ ہورہی ہیں،اور دوسرے اہم مریضوں کو جو روزانہ ہزاروں کی تعداد میں دوسری بیماریوں میں مبتلا، وہاں سے مستفید ہوتے تھے،ان کو محروم کیا جارہا ہے۔

اسی طرح مثلاً ''کورونا'' کی وجہ سے لوگوں کو ''ماسک'' پہننے کی ترغیب دی جاتی ہے،اور تاکید بھی کی جاتی ہے،بعض لوگ خود بھی اس کا بہت اہتمام کرتے ہیں،لیکن وہ ماسک کے صاف ستھرا ہونے، ایک کے استعمالی ماسک کو دوسرے کے لیے استعمال کرنے اور اس کو بار بار ہاتھ سے چھونے وغیرہ جیسی چیزوں کی طرف توجہ نہیں کرتے، جس کی وجہ سے ماسک پہن کر زیادہ بڑے نقصان کا شکار ہوجاتے ہیں،اور خود ماسک پہننے سے بھی سانس وغیرہ کے کئی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

ایک چیز آج کل اور بھی چلی ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ کسی وقت تنبیہ کی غرض سے کافروں کے کسی ملک کی مصنوعات سے بائیکاٹ کی مہم چلائی جاتی ہے،اس پر اندھا دھند تحریک شروع ہوجاتی ہے،اور اس کے درجہ کو بھی نظر انداز کردیا جاتا ہے، اولاً تو اس کو ایک فرض چیز سمجھ لیا جاتا ہے،اور جو کوئی اس میں مبتلا ہو،اس کو ناجائز و گناہ کے کام کا مرتکب سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اس بائیکاٹ کا مقصود دوسرے کو تنبیہ کرنا،اور کسی قبیح فعل سے باز رکھنے کے لیے اثر ڈالنا ہوتا ہے، نہ یہ کہ کسی جائز اور پاک چیز کی خرید وفروخت، شراب، خنزیر وغیرہ کی طرح حرام ہوچکی ہے۔

پھر ان سب کے باوجود خود مسلمان، تجارت و ملازمت اور مختلف پیشوں میں جن محرمات و منکرات کے مرتکب ہیں،اور ان سے بچنا فرض ہے،ان کی طرف توجہ نہیں کی جاتی، نیز اس بائیکاٹ کی وجہ

سے، بعض اوقات اپنے مسلمان بھائیوں کو بھی نقصان اور طرح طرح سے تکالیف پہنچانا شروع کردی جاتی ہیں، کہیں اس کی زد میں مسلمانوں کے روزگار متاثر کیے جاتے ہیں، کہیں راستے روک کر ضرورت مندوں اور مریضوں تک کو پریشان کیا جاتا ہے، پورے شہروں کے لاکھوں لوگوں کے کاروبارِ زندگی کو مفلوج کردیا جاتا ہے، جو کہ حرام اور کبیرہ گناہ کے زمرہ میں ہے، جس سے بچنا فرض ہے۔

اوپر سے ان حرکات پر ناموسِ رسالت کا عنوان قائم کیا جاتا ہے، لیکن یہ نہیں سوچا جاتا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ سخت احکامات کی خلاف ورزی میں ''ناموسِ رسالت'' کا مسئلہ کہاں گم کردیا گیا ہے، اسی کو کہتے ہیں ''حفظت شیئاً و غابت عنک اشیاء''۔

تکفیرِ شیعہ کے متعلق اصولی موقف

(18 ذوالقعدۃ 1441ھ)

اہلِ تشیع کے متعلق ہمارا اصولی موقف یہ ہے کہ ان میں جو لوگ، کوئی ناقابلِ تاویل کفریہ عقیدہ رکھتے ہوں، وہ تو کافر ہیں، اور جو لوگ اس طرح کا کوئی کفریہ عقیدہ نہ رکھتے ہوں، وہ کافر نہیں۔

جو لوگ فسقیہ عقائد، نیز اہلُ السنۃ والجماعۃ سے ہٹ کر دوسرا کوئی گمراہ کن اور باطل عقیدہ ونظریہ رکھتے ہوں، یا حرام فعل کا ارتکاب کرتے ہوں، تو وہ اپنی اس گمراہی کی حیثیت اور درجہ کے مطابق گمراہ ہیں، کوئی زیادہ اور بڑا گمراہ، اور کوئی اس سے کم گمراہ۔

کیونکہ جو عقائد ونظریات اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک متفقہ ومسلمہ ہیں، ان کی خلاف ورزی سے انسان ''اہلُ السنۃ والجماعۃ'' سے خارج ہوجاتا ہے۔

اور اہلِ تشیع کی طرف منسوب فرقے، چونکہ بہت سارے ہیں، جن کے درمیان باہم کئی چیزوں میں اختلاف ہے، اس لیے عام حالات میں مطلق اور عام حکم یہی ہونا چاہیے کہ ''اہلِ تشیع'' دراصل ''اہلُ السنۃ'' سے خارج ہیں، ''اہلُ السنۃ'' سے تعلق رکھنے والا ''سنّی'' کہلاتا ہے اور ''اہلِ تشیع'' سے تعلق رکھنے والا ''شیعہ'' کہلاتا ہے، نہ تو کسی ''سنّی'' کو اپنے ''سنّی'' ہونے سے اختلاف ہے، اور نہ کسی ''شیعہ'' کو اپنے ''شیعہ'' ہونے سے اختلاف ہے، اور نہ ہی ایک کو دوسرے کے نام سے اختلاف ہے۔

یہی تقسیم عام طور پر شروع سے چلی آ رہی ہے، جس میں نہ کسی کو شبہ ہونا چاہیے، اور نہ ہی اختلاف۔
اور یہ بات واضح ہے کہ مطلق ''شیعہ'' کا لفظ مطلق ''سنّی'' کے مقابلے میں استعمال ہوتا آیا ہے، مطلقاً ''شیعہ'' کا لفظ، مسلمان کے مقابلے میں استعمال نہیں ہوا۔
البتہ جن لوگوں کے عقائد کا کفریہ ہونا ثابت ہو، ان کو کافر کہا جائے گا۔
گزشتہ چند عشروں سے، اہل السنۃ والجماعۃ کے کچھ حضرات نے، مختلف ''اہلِ تشیع'' کے سلسلے کی بعض کتابوں کو مطالعہ کر کے، ان میں کفریہ باتوں کو ملاحظہ کیا، اوران باتوں کو جمع کر کے ان پر رَد کیا ، اوراس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ عقائد، موجودور کے تمام اہلِ تشیع کے پائے جاتے ہیں، اس لیے موجوددور کے تمام اہلِ تشیع دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر ہیں۔
جبکہ اہلِ علم حضرات کا ایک بڑا طبقہ اب بھی اس سابقہ اصولی موقف کے مطابق بیان کرتا ہے۔
مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، اہلِ تشیع کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

> شیعوں کا معاملہ یہ ہے کہ ان کے متعدد فرقے ہیں، جن کے عقائد بھی الگ الگ ہیں، اس لیے علمائے اہلِ سنت کے فتاویٰ، ان کے بارے میں مختلف رہے ہیں، زیادہ تر اسلافِ امت کا طریقہ یہ رہا ہے کہ ''من حیث المجموع'' تمام شیعوں پر کوئی حکم نہیں لگاتے، بلکہ ان کے عقائد پر حکم لگاتے ہیں کہ جو یہ عقیدہ رکھے گا، وہ کافر ہے، مثلاً جو یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام سے وحی لانے میں غلطی ہوئی تھی، تو وہ کافر ہے، یا جو یہ عقیدہ رکھے کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے، وہ کافر ہے، یا جو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے، یا اُمُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے، تو یہ سب عقائد رکھنے والے کافر ہوں گے، اس لیے کہ یہ امور، قطعیت کے ساتھ قرآن کریم کے اندر آ گئے ہیں۔
>
> چونکہ یہ شیعہ فرقے پہلی صدی میں پیدا ہو چکے تھے، پھر رفتہ رفتہ بڑھتے بڑھتے زیادہ ہو گئے، تو ان کا یہ مسئلہ ہر دور میں رہا ہے، اور ہر دور میں علمائے امت کا یہ طریقہ کار رہا ہے کہ بجائے بحیثیتِ مجموعی، پورے فرقہ پر فتویٰ لگانے کے، عقائد پر فتویٰ لگایا جائے

کہ ان میں سے جو یہ عقیدہ رکھے گا، وہ کافر ہوگا، لیکن یہ نہیں کہا کہ سارے شیعہ کافر ہیں، اسی بناء پر بخاری شریف میں شیعہ راویوں کی تعداد بیسیوں ہیں، اور وہ بھی کٹر شیعہ ہیں، لیکن ان کے اوپر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا، اس واسطے کہ ان سے عقائدِ کفریہ ثابت نہیں ہوئے تھے۔

اور اصولِ حدیث کے اندر یہ قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ جو مبتدع اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو، اور اس سے کوئی جھوٹ بھی ثابت نہ ہو، تو اس کی روایت قابلِ قبول ہے۔ [1]

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے ''منھاجُ السنۃ'' تالیف فرمائی، اور ردِ شیعہ میں اس سے بہتر شاید کوئی کتاب نہیں لکھی گئی، لیکن ساری تردید اور سب کچھ کرنے کے بعد، بحیثیتِ مجموعی تمام شیعوں پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا، بلکہ یہ کہا کہ جو یہ عقیدہ رکھے، وہ کافر ہے۔

ہمارے حضرات اکابرِ علمائے دیوبند کا بھی یہی طریقہ کار رہا ہے، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ، ان سب کے فتاویٰ موجود ہیں، جن میں انہوں نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

بعض حضرات کا یہ موقف ہے کہ شیعہ اثنا عشری، لازمی تحریفِ قرآن کے قائل ہوتے ہیں، یعنی کوئی شیعہ اثنا عشری ایسا نہیں ہے، جو کہ تحریفِ قرآن کا قائل نہ ہو، اس لیے کہ ان کی کتابوں میں اس بات کی صراحت موجود ہے، اور ''اصولِ کافی'' میں تحریفِ قرآن کی روایتیں ہیں، اور ان کے جو دوسرے مآخذ ہیں، ان سب کے اندر تحریفِ قرآن کا عقیدہ موجود ہے، اور شیعہ اثنا عشری ان کتابوں کو مانتے ہیں، لہٰذا پھر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سب شیعہ اثنا عشری کافر ہیں۔

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ (المتولد: 1877ء، 1293ھ،

---

[1] اور تقیہ دراصل جھوٹ ہی کی ایک شکل ہے، اگر تقیہ کی نسبت تمام اہلِ تشیّع کی طرف کی جاتی، تو پھر شیعہ راوی کی روایت کو کیسے قبول کیا جاتا، تقیہ کا ہر شیعہ کی طرف الزام عائد کرنے سے احادیث پر اعتماد بھی متاثر ہوجائے گا۔ محمد رضوان خان

www.idaraghufran.org

المتوفیٰ: 1962ء، 1381ھ) نے یہ بات سب سے پہلے تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائی، اور پھر اسی بات کو حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ نے چلایا، اور اس کے نتیجہ کے طور پر یہ کہا کہ اب ہمیں اس میں احتیاط کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم فرقے پر حکم نہ لگائیں، بلکہ عقائد پر حکم لگائیں، کیونکہ اب یہ بات مکمل طور پر ثابت ہوگئی ہے کہ تمام اثنا عشریہ، جن کتابوں کو مانتے ہیں، ان کتابوں میں تحریف موجود ہے، لہٰذا انہوں نے کہہ دیا کہ ہر شیعہ اثنا عشری کافر ہے۔

لیکن حضرت مولانا عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ نے جس زمانے کے اندر یہ بات تحریر فرمائی تھی، اور حضرات علمائے دیوبند کے پاس فتویٰ کے لیے بھیجی، تو بہت سے حضرات نے ان سے اتفاق کرکے اس فتویٰ پر دستخط فرمادیئے، لیکن بہت سے حضرات نے اس فتویٰ پر بعینہٖ دستخط نہیں فرمائے، بلکہ یہ بات لکھ دی کہ جو لوگ تحریف کے قائل ہیں، یا فلاں فلاں باتوں کے قائل ہیں، وہ کافر ہیں، گویا انہوں نے اسی موقف کو برقرار رکھا، جو شروع سے چلا آتا تھا، اور اپنے اوپر یہ ذمہ داری نہیں لی کہ ہم یہ کہیں کہ ہر شیعہ اثنا عشری ضرور، یہ عقائد رکھتا ہے (انعام الباری، ج۱ص۳۳۱ تا ۳۳۳، کتاب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء، کراچی)

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی ''منھاجُ السنۃ'' کا جو حوالہ دیا ہے، تو اس کی تائید ''منھاجُ السنۃ'' کی مختلف عبارات سے بڑی صراحت اور وضاحت کے ساتھ ہوتی ہے، جو ہم نے ملاحظہ کی ہیں۔ [1]

---

[1] والإمامية الاثنا عشرية ۔ خير منهم بكثير، فإن الإمامية مع (فرط ۔ جهلهم وضلالهم فيهم خلق مسلمون باطنا وظاهرا ليسوا زنادقة منافقين، لكنهم جهلوا وضلوا واتبعوا أهواء هم.

وأما أولئك فأئمتهم الكبار العارفون بحقيقة دعوتهم الباطنية زنادقة منافقون.

وأما عوامهم الذين لم يعرفوا باطن أمرهم فقد يكونون مسلمين(منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج۲، ص۴۵۳، التعليق على قوله أن الأئمة معصومون كالأنبياء)

فصرحوا هنا بأن عليا كان شريكه فى أمره، كما كان هارون شريك موسى، وهذا قول من يقول بنبوته، وهذا كفر صريح، وليس هو قول الإمامية، وإنما هو من قول الغالية (منهاج السنة، لابن تيمية، ج۷، ص۲۷۶، المنهج الثانى عند الرافضى فى الأدلة من القرآن على إمامة على رضى الله عنه، فصل البرهان السابع والثلاثون "واجعل لى وزيرا من أهلى" والجواب عليه)

www.idaraghufran.org

شیعہ اثنا عشری کے متعلق علی الاطلاق کا فر نہ ہونے کے متعلق دارُالعلوم کے جملہ اساتذۂ کرام کا مصدقہ فتویٰ موجود ہے، جس کے بارے میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی توضیح وتشریح بھی موجود ہے۔

موجودہ دور کے بعض حضرات کی رائے اگرچہ اس سے مختلف ہے، اور وہ محض شیعہ، یا اثنا عشری کی نسبت ہونے پر کفر کا حکم لگاتے ہیں، یا یہ کہتے ہیں کہ خمینی کے بعد دنیا جہان کے تمام اہلِ تشیّع کے عقائد ''خمینی'' والے بن گئے ہیں، چونکہ وہ خمینی کو پیشوا و رہبر قرار دیتے ہیں، جبکہ خمینی کے بعض عقائد، کفریہ تھے۔

لیکن ہمارا رجحان، اس طرف نہ ہوسکا، کیونکہ اولاً تو کسی کو محض پیشوا اور رہبر قرار دینے سے اس کے تمام عقائد وافکار سے متفق ہونا لازم نہیں آتا، دوسرے اہلِ تشیّع واہلِ روافض کے عوام کا خمینی کے اس طرح کے عقائد وافکار سے واقف اور متفق ہونا بھی لازم نہیں آتا۔

اور اس طرح کی مثالیں اور نظیریں اہلُ السنۃ والجماعۃ میں بھی پائی جاتی ہیں، مثلاً قیامِ پاکستان کی کوششوں کے اعتبار سے ''محمد علی جناح'' کو ''قائدِ اعظم'' کہا جاتا ہے، جس کے معنیٰ ہیں ''بڑا قائد''، اور ''قائد'' کے معنیٰ ''رہبر وپیشوا'' کے ہیں، ''محمد علی جناح'' کو بہت سے عوام کے علاوہ اہلِ علم حضرات بھی ''قائدِ اعظم'' کہتے ہیں، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ''قائدِ اعظم'' کے جو جو عقائد وافکار اور نظریات تھے، ان سب سے اتفاق کرلیا گیا ہے۔

اسی طرح مثلاً ''علامہ اقبال مرحوم'' کو بہت سے عوام اور علماء ''علامہ'' کہتے ہیں، اور ان کو برِّصغیر کے مسلمانوں کا عظیم رہنما شمار کرتے ہیں، لیکن اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ ''علامہ اقبال مرحوم'' کے جو جو عقائد وافکار اور نظریات تھے، ان سب سے اتفاق کرلیا گیا ہے۔

بہت سے اہلِ تشیّع واہلِ روافض بھی ''امام'' کا لفظ اسی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں، جس کی بناء پر تمام اہلِ تشیّع اور اہلِ روافض عوام کی طرف اس طرح کے عقائد وافکار کی نسبت کرنا، مناسب نہیں۔

اس موقع پر بانیِ دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب رحمہ اللہ سے متعلق ''سوانح

قاسمیؒ‘‘ کی مندرجہ ذیل عبارت کو ملاحظہ کرلینا چاہیے۔

’’حضرت (مولانا رشید احمد) گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ ان کے (یعنی شیعوں کے):

’’جہلا فاسق ہیں‘‘ (تذکرۃ الرشید، ج۲ص۲۸۶)

اور یہ بڑے پتے کی بات ہیں کہ جاہل مسلمان، خواہ سنی ہو، یا شیعہ، مسلمان ہونے کی وجہ سے قرآن کو بہرحال، اللہ کی کتاب ہی مانتا ہے، اس غریب کو ان واہی تباہی قصوں سے کیا سروکار، جو شیعہ علماء کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں‘‘ (سوانحِ قاسمی، ج۲ص۶۳، بعنوان ’’اہلِ تشیع کے بارے میں اصلاحی اقدامات‘‘ شائع شدہ: دارالعلوم دیوبند ’’نیشنل پرنٹنگ پریس، دیوبند‘‘)

اس کے باوجود، اگرکسی کا رجحان، تمام اہلِ تشیع کے علی الاطلاق کافر ہونے کی طرف ہو، تو وہ اس کا فعل ہے، لیکن اس کو یہ حق نہیں کہ وہ دوسرے کی طرف سے پیش کردہ ایسے موقف پر نکیر کرے، جو بڑے بڑے اصحابِ فقہ وعلم کا ہے، اوراس نکیر کی زَد میں وہ حضرات بھی آجاتے ہیں۔

ایسے موقع پر مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کا بیان کردہ یہ نکتہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ:

یہ بات یادرکھنی چاہیے کہ بعض اوقات، تکفیر کے معاملہ میں علماء وفقہاء کے درمیان اختلافِ رائے ہوسکتا ہے، لیکن اس اختلاف کی وجہ سے کوئی بھی فریق قابلِ ملامت نہیں ہوتا، اور جو جس رائے کو بھی ’’مابینہٗ و بین اللہ ‘‘ درست سمجھے، اس کو اختیار کرسکتا ہے (انعامُ الباری، ج۱ص۳۴۳، کتاب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃُ الحراء، کراچی)

ہمیں تعجب اور افسوس ہوتا ہے کہ اس قسم کے مسائل میں بعض علمائے کرام اوران کے متبعین، بڑا تشدد کرتے ہیں، اور وہ دوسرے علماء کو اپنے موقف کے ماننے پر اصرار کرتے ہیں، اور دوسروں کی نیت اور قصد پر بھی طرح طرح کے الزامات عائد کرتے ہیں۔

چنانچہ علمائے کرام کے مذکورہ موقف پیش کرنے پر بھی بعض حضرات کی طرف سے نکیر واعتراض والا طرزِ عمل سامنے آتا ہے، علمی اعتبار سے کلام کرنے میں تو کوئی عذر نہیں، لیکن اس سلسلے میں بدکلامی درست نہیں، جس میں آج کل کے متشددین کا ابتلاء ہے، اور شاید وہ یہ خیال کرتے ہوں گے کہ الفاظ میں تشدد پیدا کرکے، دوسرے کو دَبالیں گے، اور اپنے موقف کو منوالیں گے۔

www.idaraghufran.org

اولاً تو ایک مجتہد فیہ مسئلے میں دوسرے پر نکیر کرنا ہی گناہ کے زمرے میں آتا ہے، دوسرے مجتہد فیہ مسئلے میں دوسرے کو اپنے موقف کا پابند کرنے کی طلب اور جدو جہد بھی فقہائے کرام کے نزدیک پسندیدہ نہیں، تیسرے اس مسئلے کو ذاتی اونچ نیچ اور اَنا کا مسئلہ بنالینا ہی درست نہیں، چوتھے ایک شرعی مسئلے کے ضمن میں غلط بیانی اور خلافِ واقعہ باتوں کا ارتکاب گناہ ہے، پانچویں دوسرے سے متعلق یہ بدگمانی کرنا کہ وہ الفاظ سے متاثر ہوکر ایک ایسے موقف کو ترک کردے گا، جو وہ عنداللہ راجح سمجھتا ہے، یہ سراسر غلط فہمی ہے۔

اور افسوس کہ اس قسم کے مفاسد کا ارتکاب، ایک ایسی چیز کے لیے کیا جاتا ہے، جس کی فقہی اعتبار سے ضرورت ہی نہیں۔

چنانچہ ایک صاحبِ علم نے بندہ اور ایک دوسرے صاحبِ علم کے متعلق فرمایا کہ:

> ''یہ دونوں حضرات آج کل اپنی قوت اس بات پر صرف کرنے میں مگن ہیں کہ شیعہ تحریفِ قرآن کے قائل نہیں، فیاللعجب''۔

حالانکہ اس موقعہ پر''یا للعجب'' کے اصل مستحق اور مصداق، وہ صاحب خود ہیں۔

کیونکہ اولاً تو اپنی طرف سے دور بیٹھ کر کسی دوسرے کے کسی عمل میں مگن ہونے کا فیصلہ کرنا، اس وقت تک درست نہیں، جب تک اس کے مگن ہونے کی حقیقت سے واقفیت نہ ہو، دور بیٹھے ہوئے شخص کو کیا معلوم کہ میں کس وقت، کس کام میں مگن ہوں۔

بندہ نے ایک سوال کے جواب میں پہلی مرتبہ شیعہ کی تکفیر کے مسئلہ کو تحریر کیا ہے، جس کے ضمن میں چند بزرگوں کی عبارات نقل کی ہیں، جبکہ بندہ کی روزمرہ کی مصروفیات، دوسری بہت سی ہیں، البتہ خود یہ صاحبِ علم، اس طرح کی باتیں کرکے، بندہ کو اس مسئلہ میں مگن کرنا چاہتے ہیں۔

پھر پلٹ کر کوئی دوسرا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ:

> ''وہ آج کل اپنی قوت اس بات پر صرف کرنے میں مگن ہیں کہ تمام شیعہ تحریفِ قرآن کے قائل ہیں، فیاللعجب''

اگر ایسا ہی ہو، تو وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہوں گے، اور متعدد اہلِ تشیع کی تصریحات کے

اس کے برخلاف موجود ہوتے ہوئے''مدعی سست گواہ چست'' کا مصداق خود ہی شمار ہوں گے۔

دوسرے بندہ کی طرف یہ نسبت کرنا کہ''شیعہ تحریفِ قرآن کے قائل نہیں ہیں'' یہ بات ہی کذب اور غلط بیانی میں داخل ہے، بندہ نے یہ بات ہرگز نہیں کی۔

بلکہ بندہ کا موقف یہ ہے کہ:

''اس سے معلوم ہوا کہ''تحریفِ قرآن'' کا عقیدہ، بعض شیعہ''امامیہ'' کا ہے، نہ تو تمام شیعوں کا ہے، اور نہ ہی تمام''شیعہ اثنا عشریہ'' کا یہ عقیدہ ہے'' (ماہنامہ التبلیغ، اکتوبر 2020ء، ص ۶۳)

''احتیاط اس میں ہے کہ تمام اہلِ تشیع، یا''اثنا عشری'' فرقے کے تمام لوگوں کی تکفیر نہ کی جائے، اور اس سلسلے میں یہی تفصیل و تقسیم کی جائے کہ جو کفریہ عقائد رکھتے ہوں، وہ کافر ہیں، اور جو کفریہ عقائد نہ رکھیں، وہ کافر نہیں۔

اب یہ بات کہ دنیا بھر کے تمام شیعہ، کفریہ عقائد رکھتے ہیں، یا نہیں؟

ظاہر ہے کہ اس کا علم، اللہ کے علاوہ کسی اور کو ہونا مشکل ہے، اس لیے ہم دنیا بھر کے تمام اہلِ تشیع کی طرف کفر کی نسبت کرنے کی ذمہ داری اور ایسا بوجھ اپنے سر لادنے کی جرأت نہیں کرسکتے کہ احادیث کی رو سے اس کا سخت ترین وبال اپنے ہی سر آجائے۔

اگر کوئی دوسرا اپنے سر یہ ذمہ داری لیتا ہے، تو وہ اس کا اپنا فعل ہے'' (ایضاً، ص ۷۷، ۷۸)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مذکورہ صاحبِ علم، اس مضمون کو لکھتے وقت، بندہ کے نقل کردہ موقف کو خود ہی صحیح طرح نہ سمجھ سکے، اور جلد بازی میں مذکورہ خلافِ واقعہ حکم صادر کر بیٹھے، جو الزام و تہمت کی حدوں کو پہنچ جاتا ہے۔

تیسرے بندہ نے تو چند اہلِ علم اور بزرگ حضرات کی عبارات نقل کی ہیں، اور ان کو استدلال میں پیش کیا ہے، کیا مذکورہ صاحبِ علم ان اہلِ علم اور بزرگ کی طرف، اس طرح کی نسبت کرنے کے لیے تیار ہیں، جو نسبت وہ اپنے ہم عصر مسکینوں کی طرف کرتے ہیں، یقیناً وہ اس قسم کے الفاظ ان حضرات کی شان میں استعمال کرنے کی جرأت و ہمت نہیں کرسکتے، کیونکہ وہ اپنی نسبت، ان

بزرگوں کی طرف کرتے ہیں۔

پھر کیا وجہ ہے کہ اصل کو چھوڑ کر نقل کرنے والے کو ہی موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔

اس مسئلے کے متعلق ایک اور صاحبِ علم کی تحریر بھی بندہ کو پہنچی، جس میں اس طرح کی باتیں لکھی گئی تھیں، جن میں سے بعض باتیں تو قابلِ اعتناء ہی نہیں، اور جو باتیں قابلِ اعتناء ہیں، بندہ ان پر علمی و تحقیقی اعتبار سے مفصل کلام کر کے جلد ہی واضح کر دے گا، تاکہ ''دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی'' ہو جائے۔

ممکن ہے کہ وہ صاحبِ علم اپنی مذکورہ تحریر کو بہت اہم سمجھ رہے ہوں، لیکن دوسرے کے نزدیک اس کا بہت اہم، بلکہ اہم ہونا بھی ضروری نہیں۔

بندہ، الحمدللہ تعالیٰ، علمی میدان میں تحقیق و تعلیم سے راہِ فرار اختیار کرنے کو پسند نہیں کرتا، البتہ فضول اور لایعنی چیزوں میں پڑنے اور سنجیدہ علمی و دینی مسئلہ کو بدکلامی و فحش گوئی کی آمیزش سے آلودہ کرنے کو سخت ناپسند کرتا ہے، اور ضرورت پڑنے پر ہی جواب میں ''وجزاء سیئة سیئة مثلها'' کے تحت، اس قسم کے الزامی جوابات دیتے وقت اختیار کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔

اور بوقتِ ضرورت، الزامی جواب کو ہی ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ [1]

اور اب چونکہ دیگر حضرات کی طرف سے اس مسئلے کو بلاوجہ طول دینے کی کوشش کی گئی ہے، اس لیے اب بندہ کی طرف سے اس پر مزید کلام کی ضرورت پیش آ گئی ہے، ورنہ شاید اس کی ضرورت پیش نہ آتی۔

---

[1] جميع الآيات دالة على أن العفو أحسن قال تعالى :وأن تعفوا أقرب للتقوى (البقرة) وقال :وإذا مروا باللغو مروا كراما (الفرقان) وقال :خذ العفو وأمر بالعرف وأعرض عن الجاهلين (الأعراف) وقال وإن عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصابرين (النحل)

فهذه الآيات تناقض مدلول هذه الآية والجواب :أن العفو على قسمين أحدهما :أن يكون العفو سببا لتسكين الفتنة وجناية الجانى ورجوعه عن جنايته والثانى :أن يصير العفو سببا لمزيد جراء ة الجانى ولقوة غيظه وغضبه، والآيات فى العفو محمولة على القسم الأول، وهذه الآية محمولة على القسم الثانى، وحينئذ يزول التناقض والله أعلم، ألا ترى أن العفو عن المصر يكون كالإغراء له ولغيره، فلو أن رجلا وجد عبده فجر بجاريته وهو مصر فلو عفا عنه كان مذموما، وروى أن زينب أقبلت على عائشة فشتمتها فنهاها النبى صلى الله عليه وسلم عنها فلم تنته فقال النبى صلى الله عليه وسلم :دونک فانتصرى .وأيضا إنه تعالى لم يرغب فى الانتصار بل بين أنه مشروع فقط، ثم بين بعده أن شرعه مشروط برعاية المماثلة، ثم بين أن العفو أولى بقوله فمن عفا وأصلح فأجره على الله فزال السؤال والله أعلم(التفسير الكبير ،للرازى، ج۲۷، ص۶۰۴، سورة الشورى)

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین مولانا شعیب احمد

جنسی جرائم کی روک تھام، مگر کیسے؟

وطنِ عزیز پاکستان میں جنسی جرائم کا زور دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ آئے روز انسانیت سوز اور دلدوز واقعات سننے اور پڑھنے کو ملتے رہتے ہیں۔ ان واقعات وحالات کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ ایسے حادثات بلاشبہ اجتماعی اور قومی سطح پر آنسو بہائے جانے کے لائق ہیں۔ لیکن کیا ہم نے اس نوعیت کے جرائم کے خاتمہ کے لیے مثبت اور نتیجہ خیز اقدام کیے؟ کیا ان حادثات پر فقط آنسو بہا دینا اور ان کی مذمت کر دینا ہی کافی ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ اس حیا باختہ مسئلہ سے معاشرہ کو پاک کرنے کے لیے ہر پاکستانی کو اپنے دائرۂ کار میں رہتے ہوئے اور اپنی وسعت کے بقدر کوشش ضرور کرنی چاہیے۔

اس حوالے سے ہم حفظِ ما تقدم کے طور پر چند ایسی گزارشات قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں جو انفرادی سطح پر قابلِ عمل ہیں اور وہ اپنے اجراء میں سرکاری اداروں اور اُن حکومتی کارروائیوں کی محتاج نہیں کہ جو عرصۂ دراز تک التوا میں پڑی رہتی ہیں اور طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتیں۔

اس باب میں سب سے پہلی بات جو راقم کی فہمِ ناقص میں اہم ہے وہ یہ کہ عمدہ اور اعلیٰ تعلیم کے علاوہ ہمیں اپنے بچوں کی تربیت پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اگر بچپن سے ہی ان کی تربیت میں خوفِ خدا کو ترجیحی بنیادوں کے ساتھ شامل کیا جائے تو ان کے دلوں میں یہ احساس انشاءاللہ ہمیشہ بیدار رہے گا کہ ہمارا کوئی بھی قول وفعل فضا میں تحلیل نہیں ہو جاتا بلکہ ہمیں اپنے ہر عمل کا جواب آخرت میں خدا کے سامنے دینا ہوگا۔ یہی وہ شے ہے جو انسان کو ہر جگہ گناہوں سے باز رکھ سکتی ہے۔ لیکن جب تک یہ احساس انسان کے دل میں پوری طرح بیدار نہیں ہو جاتا، اس پر چاہے کتنے ہی پہرے بٹھا لیے جائیں نتیجہ صفر ہی رہتا ہے۔

خوفِ خدا کے سوا کوئی چیز ایسی نہیں جو انسان کو برائیوں سے باز رکھ سکے۔ جب تک اللہ کے سامنے

www.idaraghufran.org

پیشی کا احساس انسان کے دل میں پختہ نہیں ہو جاتا، تب تک یہ دنیا جرائم سے پاک نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں جتنے جرائم ہوتے ہیں، ظلم اور گناہ ہوتے ہیں غور کیجیے تو ان کے پیچھے بنیادی وجہ ایک ہی نظر آتی ہے اور وہ دلوں کا خوفِ خدا سے خالی ہونا ہے۔ جب اللہ کے سامنے حاضری کا احساس اور اللہ کی ناراضگی کا خوف انسان کے دل میں نہ رہے تو پھر گناہوں اور جرائم کا راستہ چوپٹ کھل جاتا ہے۔ الغرض جب تک ہم انسانوں کے دلوں میں خدا ترسی اور خوفِ خدا اپنی جڑیں مضبوط نہیں کر لیتا، اس وقت تک معاشرے میں سدھار کا خیال، خیال ہی رہے گا۔

آپ دیکھتے نہیں کہ موجودہ زمانے میں پولیس کی تعداد کتنی بڑھ چکی ہے، نئے نئے حفاظتی محکموں کا قیام بھی عمل میں آ رہا ہے لیکن اس کے باوجود جرائم کا سلسلہ کہیں رکتا نظر نہیں آتا۔ اس کی وجہ یہ ہے انسدادِ جرائم کی بنیاد ہم نے تقویٰ اور خوفِ خدا پر رکھنے کی بجائے پولیس کے خوف اور قانون کی گرفت پر رکھی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب تک پولیس کا سایہ اور قانون کا خوف رہتا ہے تب تک انسان جرائم سے رکتا ہے لیکن جیسے ہی یہ رکاوٹیں ہٹتی ہیں تو پھر جرم بازاری کا وہ طوفان مچتا ہے کہ الامان والحفیظ۔

اس کے برعکس جرائم کی روک تھام جب تقویٰ کی بنیاد پر ہوتی ہے تو پھر انسان چاہے خلوت میں ہو یا جلوت میں، تنہائی میں ہو یا محفل میں، شہر میں ہو یا بیابانوں میں اسے کوئی دیکھے یا نہ دیکھے بہر حال وہ گناہوں اور جرائم سے باز رہتا ہے۔ اس لیے اپنے بچوں کی تربیت میں خوفِ خدا کو ترجیحی بنیادوں کے ساتھ شامل کیجیے۔

دوسری گزارش اس حوالے سے یہ ہے کہ نوجوانوں کی شادیاں بروقت کرنے کی رِیت چلائیے۔ یاد رکھیے مرد و عورت کا ایک دوسرے کی طرف میلان فطری اور طبعی چیز ہے جسے کسی طرح بھی دبایا اور ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اگر مرد و عورت کا ملاپ فطری طریقہ اور شرعی قاعدہ کے مطابق بروقت ہونے میں مشکلات پیدا کر دی جائیں تو پھر نوجوانوں میں بے راہروی کے جراثیم جنم لیتے ہیں۔ پھر وہ حلال و حرام کی تمیز کھو بیٹھتے ہیں اور ناجائز تعلقات وجود میں آتے ہیں۔ جس کی کئی مثالیں معاشرے میں دِکھائی دیتی رہتی ہیں۔

کتنی حیرت انگیز بلکہ افسوسناک بات ہے کہ ہمارے معاشرے میں نکاح مشکل اورزنا آسان ہو چکا ہے۔لازم ہے کہ نکاح کوآسان اورزنا کومشکل بنایا جائے۔نوجوانوں کےنکاح میں تاخیر کا ایک بڑا سبب رزق وروزی کی تنگی کا ڈراورخوف ہے۔حالانکہ کتنی ہی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ رزق کی وسعت نکاح کی منتظر ہوتی ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ :

"تَزَوَّجُوا النِّسَاءَ، فَإِنَّهُنَّ يَأْتِينَكُمْ بِالْمَالِ" (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث : ۲۶۷۹، کتاب النکاح) ۱

"عورتوں سے شادی کرو۔پس بے شک وہ مال کی آمد کا ذریعہ بنتی ہیں"(مستدرک)

خود ہمارے مشاہدےاورعلم میں کتنے ہی ایسے واقعات آچکے ہیں کہ شادی سے پہلے مرد کے مالی حالات کچھ زیادہ بہتر نہ تھے لیکن شادی کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے رزق وروزی کی فروانی اور وسعت کردی گئی۔لہٰذا رزق کی تنگی کے خوف سے نکاح میں تاخیر کرنا،اسلام کی نظر میں پسندیدہ فعل نہیں۔پس ضروری ہے کہ اس سوچ سے نجات پاکر بروقت نکاح کورواج دیا جائے۔

تیسری گزارش اس حوالے سے یہ ہے کہ بدنظری سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا جائے۔بالخصوص آج کی نوجوان نسل کو بدنظری کے نقصانات سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔بدنظری کی قباحت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے واضح ہوتی ہے کہ:

"فَزِنَا الْعَيْنَيْنِ النَّظَرُ" (صحيح مسلم، رقم الحديث : ٢٦٥٧، كتاب القدر، باب قدر على ابن آدم حظه من الزنا)

"پس آنکھوں کا زنا (ناجائز امورکو) دیکھنا ہے"(مسلم)

بدنظری کوئی معمولی گناہ نہیں بلکہ یہ سمِ قاتل ہے۔ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ نظر شیطان کے تیروں میں سے زہر میں بجھا ہوا ایک تیر ہے۔یہ روایت سنداً اگرچہ ضعیف قرار دی گئی ہے لیکن اس میں بیان کردہ بات بالکل درست معلوم ہوتی ہے۔ ۲

---

۱ قال الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري ومسلم.

۲ "عن عبد الله بن مسعود قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:إن النظرة سهم من سهام إبليس مسموم، من تركها مخافتي أبدلته إيمانا يجد حلاوته في قلبه"(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث : ١٠٣٦٢)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اگر غور کیا جائے تو ناجائز تعلقات کی ابتدا بدنظری سے ہی ہوتی ہے اور اس کا انجام بدکاری پر منتج ہوتا ہے۔گویا بدکاری کی بنیاد بدنظری ہی بنتی ہے۔لہٰذا بدکاری سے بچنے کے لیے لازم ہے کہ اپنے آپ کو بدنظری سے بچایا جائے۔

اس حوالہ سے آخری اور اہم گزارش یہ کہ خواتین کو بلاوجہ گھروں سے باہر نکلنے میں احتیاط اور بازاروں اور شاہراہوں پر بے محابا گھومنے سے اجتناب لازم ہے۔اگر کسی مجبوری کے تحت نکلنا بھی پڑے تو پھر اسلامی تعلیمات و ہدایات کو پوری طرح ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے۔بالخصوص اس بات کا اہتمام ضرور ہو کہ محرم کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلا جائے اور جب بھی کسی ضرورت کے تحت باہر نکلنے کی نوبت آئے تو پردہ کی پوری رعایت رکھی جائے۔آج کا ایک المیہ یہ بھی ہے پردہ اور حجاب تو بہت دور کی بات ہے،مغربی تہذیب کی نقالی میں لباس بھی جسم پر برائے نام ہی باقی رہ چکا ہے جو حجاب کے تقاضے پورے کرنے میں اکثر اوقات ناکام ثابت ہوتا ہے۔

پس خواتین کی اکثریت کو آج اپنے لباس پر توجہ دینے کی بہت اشد ضرورت ہے۔مختصر،چست اور باریک لباس کی اسلامی معاشرے میں کوئی گنجائش نہیں۔ایسے لباس پہننے کو آج شاید معمولی خیال کیا جاتا ہو،لیکن فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ایسی عورتیں کہ جو لباس پہننے کے باوجود برہنہ ہوں وہ جنت میں داخل ہونا تو درکنار،جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکیں گی۔ [1]

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا (سورة بني اسرآئيل ، رقم الآية : ٣٢)

’’اور زنا کے قریب بھی مت پھٹکو‘‘ (بنی اسرائیل)

اس آیت کو ملاحظہ کرنے کے بعد ذرا غور کیجیے کہ اسلام عفت و پاکیزگی اور حیا پر کس قدر زور دیتا ہے۔یعنی بدکاری اور فحاشی کرنا تو بہت دور کی بات،اس کے قریب بھی پھٹکنے سے منع فرمادیا گیا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الهيثمي : ”رواه الطبراني، وفيه عبد الرحمن بن إسحاق الواسطي وهو ضعيف “ (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث : ١٢٩٤٦ ، كتاب الأدب)

[1] حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو:صحيح مسلم ، رقم الحديث : ٢١٢٨ ، كتاب اللباس والزينة ، باب النساء الكاسيات العاريات المائلات المميلات۔

www.idaraghufran.org

گویا بدکاری کا ارتکاب تو بہت بعد کا مرحلہ ہے، اس کے دواعی، اسباب اور محرکات (Motivations) سے بھی کنارہ کشی اختیار کرنا لازم اور ضروری ہے۔اسلام نے اُن تمام راستوں پر قدغن لگائی ہے جو انسان کو بدکاری اور فحاشی کی کھائی میں گراتے ہیں۔اس میں بدنظری سے بچنا بھی شامل ہے اور اس میں نیم عریاں لباس پہننے کی ممانعت بھی شامل ہے۔خدا کے اس حکم میں بے حیائی کے تمام قولی، فعلی، تقریری، تحریری اور تصویری ہر قسم کے مظاہر کی ممانعت داخل ہے۔
اسلام کی اِن عمدہ اور پاکیزہ تعلیمات کو اپنائے بغیر اور معاشرے میں ان کے اجراء کے بغیر جنسی جرائم کا خاتمہ تقریباً ناممکن سی شے ہے۔ ع

ایں خیال است ومحال است وجنوں

آخر میں ہم دوبارہ عرض کرتے ہیں کہ معاشرے میں ان اسلامی ہدایات کا اطلاق اور اجراء کسی تنظیم یا ادارے کا محتاج نہیں بلکہ یہ امور میں اور آپ بھی اپنے دائرۂ کار میں رہتے ہوئے بآسانی سرانجام دے سکتے ہیں۔لہٰذا اس کی ابتداء ہمیں انفرادی سطح پر اپنے اپنے گھروں سے کرنا ہوگی۔

بسلسلہ :تاریخی معلومات

مولانا طارق محمود

ماہِ رمضان: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ رمضان ۹۰۳ھ: میں حضرت شہاب الدین احمد بن شکم دمشقی صالحی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج ۱ ص ۱۵۰)

□......ماہِ رمضان ۹۰۷ھ: میں حضرت عماد الدین اسماعیل شویکی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج ۱ ص ۱۶۳)

□......ماہِ رمضان ۹۱۰ھ: میں حضرت شیخ برہان الدین ابراہیم بجیری مصری نحوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج ۱ ص ۱۱۰)

□......ماہِ رمضان ۹۱۱ھ: میں حضرت شیخ نور الدین علی بن الخباز بغدادی عاتکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج ۱ ص ۲۸۳)

□......ماہِ رمضان ۹۱۲ھ: میں حضرت شمس الدین محمد بن ابی عبید مقری شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج ۱ ص ۲۸)

□......ماہِ رمضان ۹۱۴ھ: میں حضرت شیخ ابراہیم بن احمد بن حسن بن حسین عمری بلخی ہندی بہاری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج ۴ ص ۲۹۷)

□......ماہِ رمضان ۹۱۵ھ: میں حضرت شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن احمد دمشقی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج ۱ ص ۱۲۷)

□......ماہِ رمضان ۹۱۶ھ: میں حضرت قاضی القضاة محمد بن عمر بن محمد بن محمد نصیبی حلبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج ۱ ص ۷۰)

□......ماہِ رمضان ۹۱۶ھ: میں حضرت علامہ بہاء الدین محمد بن یوسف بن احمد باعونی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج ۱ ص ۷۴)

www.idaraghufran.org

□......ماہِ رمضان ۹۱۹ھ: میں حضرت قاضی ابوبکر تقی الدین دمشقی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱ ص ۱۲۰)

□......ماہِ رمضان ۹۲۰ھ: میں حضرت شیخ علاء الدین علی بن حسن سرمینی حلبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱ ص ۲۷۰)

□......ماہِ رمضان ۹۲۲ھ: میں حضرت ابوالسعود محمد بن دغیم جارحی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱ ص ۵۰)

□......ماہِ رمضان ۹۲۳ھ: میں حضرت شہاب الدین احمد بن محمد رملی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱ ص ۱۲۹)

□......ماہِ رمضان ۹۲۵ھ: میں حضرت شیخ عبدالستار بن عبدالکریم بن خواجہ انصاری سہارنپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ ص ۳۶۳)

□......ماہِ رمضان ۹۲۷ھ: میں حضرت ابوبکر تقی الدین ظاہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱ ص ۱۲۱)

□......ماہِ رمضان ۹۲۸ھ: میں قاضی عجلون حضرت ابوبکر بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد بن شرف بن منصور دمشقی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱ ص ۱۱۹)

□......ماہِ رمضان ۹۲۸ھ: میں حضرت خلیل بن محمد بن ابی بکر بن خلفان دمشقی حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱ ص ۱۹۲)

□......ماہِ رمضان ۹۳۰ھ: میں حضرت خدیجہ بنتِ محمد بن حسن بابی حلبی رحمہا اللہ کا انتقال ہوا۔

(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱ ص ۱۹۵)

□......ماہِ رمضان ۹۳۵ھ: میں حضرت محمود بن مصطفیٰ بن موسیٰ بن طلیان قیصری حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۲ ص ۲۴۵)

□......ماہِ رمضان ۹۳۶ھ: میں حضرت شیخ احمد عاتکی دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۲ ص ۱۱۸)

□......ماہِ رمضان ۹۴۶ھ: میں حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن کیال شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۲ ص ۱۰۴)

www.idaraghufran.org

علم کے مینار — اسلامی فقہ کی ابتدائی تاریخ وترویج (قسط 24) — مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہی مسالک کی تدوین وترویج (حصہ سوم)

اہلِ سنت والجماعت کے چاروں فقہی مسالک میں سے حنفی، مالکی اور شافعی مسلک کی تدوین وترویج اوران کا مختصر تعارف گزشتہ اقساط میں گزر چکا ہے، ذیل میں ''حنبلی مسلک'' کی تدوین وترویج اور اس کا مختصر تعارف ذکر کیا جاتا ہے۔

(4)...... حنبلی مسلک

اہلِ سنت والجماعت کا چوتھا فقہی مسلک ''حنبلی'' ہے، جو امام احمد بن حنبل شیبانی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے، جن کی ولادت 164 ہجری میں ہوئی، اور وفات 241 ہجری میں بغداد میں ہی ہوئی، امام احمد بن حنبل امام شافعی کے خاص تلامذہ میں سے تھے، چنانچہ آپ نے امام شافعی رحمہ اللہ کی بغداد آمد پر ان سے خوب علمی استفادہ کیا، اور اکثر و بیشتر ان کے حلقہ ودرس میں شریک رہے، اور امام شافعی کی مصر روانگی کے وقت رخصت کرنے والے خاص اصحاب میں شامل تھے۔ [1]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی ابتدائی تعلیم میں اہلِ عراق کے ساتھ ہی علمی وابستگی رکھی، اور پھر اہلِ حجاز سے بھی مختلف اسفار میں علمی وابستگی رکھ کر اپنے مسلک کو رائج کیا، جس کی بنیاد زیادہ تر حدیث کے الفاظ ومعانی پر رکھی، اور اس سلسلہ میں آپ نے اپنے زمانے کے بڑے بڑے اہلِ علم سے استفادہ کیا، جن میں امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی اور سفیان بن عیینہ

[1] هو أحمد بن محمد بن حنبل الشيبانی، أبو عبد الله .من بنی ذهل بن شيبان الذين ينتمون إلى قبيلة بكر بن وائل .إمام المذهب الحنبلی، وأحد أئمة الفقه الأربعة .أصله من مرو، وولد ببغداد .امتحن فی أيام المأمون والمعتصم ليقول بخلق القرآن فأبى وأظهر الله على يديه مذهب أهل السنة .ولما توفی الواثق وولى المتوكل أكرم أحمد، ومكث مدة لا يولى أحدًا إلا بمشورته.

له المسند وفيه ثلاثون ألف حديث؛ و المسائل ؛ و الأشربة ؛ و فضائل الصحابة وغيرها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١، ص ٣٣٩، تحت الترجمة: احمد. ١٦٤ الى ٢٤١هجرى)

www.idaraghufran.org

اور دیگر حضرات شامل ہیں۔ [1]

علامہ ابنِ خلدون، حنبلی مسلک کے متعلق فرماتے ہیں:

''امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مقلدین بہت کم تعداد میں ہیں، کیونکہ ان کا مذہب اجتہاد سے دور ہے، اوران کا اعتماد زیادہ تر ان روایات وآثار پر ہے، جو ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں (یعنی قیاس اور اجتہاد کے بجائے یہ زیادہ تر احادیث واخبار اوران کے الفاظ ومعنیٰ کو ترجیح دیتے ہیں) اس مذہب کے مقلدین کی اکثریت شام اورعراق میں ہے، خاص طور پر بغداد اوراس کے گردونواح میں، یہ لوگ دوسروں کی بہ نسبت سنت اورروایتِ حدیث کا زیادہ خیال رکھتے اوراس میں مشغول رہتے ہیں'' (مقدمة ابنِ خلدون، ص ۲۵۷، الفصل السابع)

حنبلی مسلک کی نشرواشاعت

حنبلی مسلک کا مرکز بغداد تھا، اور یہاں سے ہی یہ مسلک دیگر شہروں میں پھیلا، لیکن اس مسلک کی اشاعت پہلے اہلِ سنت والجماعت کے باقی تین مسالک کی نسبت کم ہوئی۔

آٹھویں صدی ہجری کے مشہور مالکی فقیہ علامہ ابن فرحون فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب کا ظہور بغداد میں ہوا، پھر یہ ملکِ شام کے بہت سے شہروں میں پھیلا، لیکن اب (یعنی آٹھویں صدی ہجری) میں یہ کمزور پڑ گیا ہے۔ [2]

علامہ ابنِ خلدون نے اس مسلک کے مقلدین کم ہونے کی وجہ، اس مسلک کا اجتہاد سے دور ہونا قرار دیا ہے، جبکہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

---

[1] وجاء من بعدهما أحمد بن حنبل رحمه الله. وكان من علية المحدثين. وقرأ أصحابه على أصحاب الإمام أبي حنيفة مع وفور بضاعتهم من الحديث، فاختصوا بمذهب آخر (مقدمة ابن خلدون، ص ۲۵۷، الفصل السابع، علم الفقه وما يتبعه من الفرائض)

[2] وأما مذهب أحمد بن حنبل رحمه الله فظهر ببغداد ثم انتشر بكثير من بلاد الشام وغيرها وضعف الآن (الديباج المذهب في معرفة أعيان علماء المذهب، لابن فرحون، ج ۱، ص ۶۲، باب في ترجيح مذهب مالک)

www.idaraghufran.org

تیسری صدی ہجری میں گزرے ہیں، اور یہ مسلک چوتھی صدی ہجری سے پہلے عراق سے باہر نہیں نکلا، اور یہ اس زمانے کی بات ہے، جب مصر پر عبیدیین یعنی فاطمیوں کی حکومت قائم تھی، وہاں باقی تینوں فقہی مذاہب اور ان کے متبعین کو بھی جلاوطنی اور دیگر آزمائشوں میں مبتلا کر کے ختم کر دیا گیا تھا، لیکن جب چھٹی صدی ہجری میں اس حکومت کو زوال آیا، تو اس کے بعد سے ہی سنی مذاہب کے آئمہ مصر واپس آسکے۔ [1]

امام عبدالغنی مقدسی حنبلی (متوفیٰ: 600ھ) فقہ حنبلی کے مشہور عالم، فقیہ اور محدث ہیں، جنہوں نے مصر ہجرت فرما کر سب سے پہلے اس مسلک کو مصر پہنچایا، اور اس کی ترویج و اشاعت کی، اور تادمِ حیات مصر ہی رہے (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۴، ص ۲۹۸، تحت الترجمة: المقدسی. ۵۴۱ الی ۶۰۰ هجری)

حنبلی مسلک اگرچہ مختلف ممالک اور شہروں میں پھیلا، مگر درحقیقت اس کے مقلدین ہر زمانہ میں قلیل تعداد میں رہے ہیں، تاآنکہ آٹھویں صدی ہجری میں، علامہ ابنِ تیمیہ اور ان کے شاگرد امام ابنِ قیم وغیرہ نے حنبلی مسلک کی تجدید اور نشاۃ ثانیہ فرمائی۔

علامہ ابنِ تیمیہ اور علامہ ابنِ قیم (رحمہما اللہ) اپنے فتاویٰ، کتب و تصانیف، فصاحتِ لسان، تفسیر، عقائد اور اصولوں کی تفسیر کے لحاظ سے، فقہ حنبلی میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ [2]

اس کے بعد بارہویں صدی ہجری میں نجد کے ایک شیخ ''محمد بن عبدالوہاب نجدی'' نے اپنی اصلاحی

---

[1] (نظرة تاريخية فی حدوث المذاهب الفقهية الأربعة: الحنفی، المالكی، الشافعی، الحنبلی وانتشارها عند جمهور المسلمين، لأحمد بن إسماعيل بن محمد تيمور، ص ۸۲، المذهب الحنبلی)

[2] هو أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن تيمية الحرانی الدمشقی، تقی الدين .الإمام شيخ الإسلام. حنبلی .ولد فی حران وانتقل به أبوه إلی دمشق فنبغ واشتهر .سجن بمصر مرتين من أجل فتاواه .توفی بقلعة دمشق معتقلا .كان داعية إصلاح فی الدين، آية فی التفسير والعقائد والأصول، فصيح اللسان .مكثرا من التصنيف .من تصانيفه السياسة الشرعية ؛ ومنهاج السنة ؛ وطبعت فتاواه فی الرياض مؤخرا فی 35مجلدا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۳۲۶، تحت الترجمة: ابنِ تيمية. ۶۶۱ الی ۷۲۸ هجری)

هو محمد بن أبی بكر بن سعد الزرعی .شمس الدين من أهل دمشق .من أركان الإصلاح الإسلامی، واحد من كبار الفقهاء .تتلمذ علی ابن تيمية وانتصر له ولم يخرج عن شیء من أقواله، وقد سجن معه بدمشق. كتب بخطه كثيرا وألف كثيرا .من تصانيفه: الطرق الحكمية ؛ و مفتاح دار السعادة ؛ والفروسية ؛ومدارج السالكين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۳۳۳، تحت الترجمة: ابن القيم، ۶۹۱ الی ۷۵۱ هجری)

تحریک کے ذریعہ حنبلی مسلک کی تجدید اوراس کی اشاعت میں نمایاں خدمات انجام دیں، جن کو حکومتِ سعودیہ کے بانی اورفرمانروا ''عبدالعزیز آل سعود'' کی پشت پناہی حاصل تھی، ان کے عہدِ حکومت میں حنبلی مسلک کو بہت فروغ حاصل ہوا، اورآج کل مملکتِ سعودیہ کا سرکاری مذہب یہی ہے۔

اس کے علاوہ جزیرۃ العرب کے دیگر علاقوں میں بھی اس مذہب کے پیروکار پائے جاتے ہیں، اور اسی طرح، شام، عراق، فلسطین اور دیگر ملحقہ ممالک میں اس کے مذہب کے متبعین موجود ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی دینی خدمات

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے جوصعوبتیں اور تکالیف برداشت کیں، وہ کسی سے مخفی نہیں، مگران تمام تر مصائب اور مشکلات کے باوجود آپ کی اولوالعزمی اور مستقل مزاجی نے آپ کو سرخرو فرمایا، جس طرح آپ نے اپنے حلقۂ درس، اصحاب وتلامذہ کے ذریعہ سے دین واسلام کی خدمت انجام دیں، اسی طرح تصنیف وتالیف کے شعبہ میں بھی آپ یکتائے زمانہ تھے۔

چنانچہ آپ کی اپنی سند سے روایت کردہ احادیث کا ایک عظیم الشان ذخیرہ ''مسند احمد'' کے نام سے مشہور ومعروف ہے، جس میں آپ کی اپنی سند سے جمع کردہ احادیث کی تعداد لگ بھگ 40ہزار کے قریب ہے، جس سے ہر زمانہ کے علماء طالب دین وطالب علم مستغنی نہیں ہیں۔

اپنے اس عظیم الشان حدیث کے ذخیرہ کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا کرتے تھے کہ ''اس مسند کو حفظ کرلو، کیونکہ عنقریب لوگوں کو اس سے بہت رہنمائی حاصل ہوگی''۔ [1]

''مسند احمد'' کے علاوہ آپ نے اور بھی بہت سی کتب تالیف فرمائیں، جن میں ''کتابُ العلل ومعرفة الرجال، کتابُ التفسیر، کتابُ الناسخ والمنسوخ، کتابُ الزهد، کتابُ

[1] وصنف (المسند) وهو ثلاثون ألف حديث، وكان يقول لابنه عبد الله :احتفظ بهذا (المسند) فإنه سيكون للناس إماما (سيراعلام النبلاء، ج ۱۱، ص۳۲۷، تحت ترجمة: أحمد بن حنبل أبو عبد الله)

www.idaraghufran.org

الورع، کتابُ الاشربة، کتابُ طاعة الرسول، کتابُ فضائل الصحابة، کتابُ المسائل، أُصول السنة، کتابُ الرد علی الجهمية“۔

مذکورہ کتابوں کے علاوہ چند دیگر کتابوں کو بھی بعض محقق اہلِ علم حضرات نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی تالیفات میں شمار کیا ہے، جن میں سے بعض نایاب اور بعض مخطوطوں کی شکل میں موجود ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی وفات

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی وفات خلیفہ متوکل کے دور میں ہوئی تھی، امام احمد بن حنبل کے چچازاد بھائی کا بیان ہے کہ آپ کا انتقال بغداد میں ہوا، جبکہ آپ کی عمر ستتر سال تھی، یہ ربیع الاول کا مہینہ، جمعہ کا دن، اور ۲۴۱ھ کا سال تھا، آپ کی ولادت بھی بغداد میں ہی ہوئی تھی۔

آپ کو جمعہ کے دن ہی دفن کیا گیا، روایت ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے جنازہ میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی، آپ کے جنازہ کے بارے میں بعض حضرات کا کہنا تھا کہ امتِ محمدیہ میں اتنا بڑا جنازہ پہلے سُننے کو نہیں ملا، بلکہ ایسے بڑے بڑے جنازے پہلے بنی اسرائیل میں ہوا کرتے تھے

(تاریخ بغداد للخطیب البغدادی، ج۵، ص۱۸۸، رقم الترجمة: ۲۶۳۲)

ابوزرعہ سے روایت ہے کہ جس جگہ امام صاحب رحمہ اللہ کا نمازِ جنازہ پڑھا گیا، اُس جگہ میں خلیفہ متوکل نے لوگوں کے کھڑے ہونے کی تعداد شمار کروائی، تو وہاں پانچ لاکھ سے زیادہ افراد کی جگہ تھی۔ [1]

امام احمد بن حنبل کے پڑوسی کا بیان ہے کہ جس دن امام صاحب موصوف کا انتقال ہوا، اُس دن مسلمانوں کے علاوہ یہودی، عیسائی اور مجوسی بھی غمزدہ تھے، اور اس دن ہزاروں یہودیوں، عیسائیوں اور مجوسیوں نے اسلام قبول کیا (تاریخ بغداد للخطیب البغدادی، ج۵، ص۱۸۸)

اللہ تعالیٰ امام صاحب موصوف رحمہ اللہ پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

---

[1] وقال ابن أبي حاتم سمعت أبا زرعة يقول بلغني أن المتوكل أمر أن يمسح الموضع الذى وقف عليه الناس حيث صلى على أحمد فبلغ مقام ألفى ألف وخمسمائة ألف. وعن الوركانى وهو رجل كان يسكن إلى جوار الإمام أحمد قال أسلم يوم مات أحمد من اليهود والنصارى والمجوس عشرون ألفا وفى لفظ عشرة آلاف (طبقات الشافعية الكبرىٰ للسبكى، ج۲، ص۳۵)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ(قسط50) مفتی محمدناصر

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

جمعِ قرآن کے لئے عمر رضی اللہ عنہ کی رائے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ تک قرآن مجید کی حفاظت اس طرح ہورہی تھی، کہ بعض صحابۂ کرام نے قرآن مجید مکمل حفظ کیا ہوا تھا، اور بعض صحابۂ کرام نے قرآن کا کچھ حصہ یاد کیا ہوا تھا، کسی صحابی کو کوئی سورت یاد تھی، تو دوسرے کو کوئی اور سورت یاد تھی، اسی طرح مختلف صحابہ کے پاس قرآن مجید کے مختلف حصے کچھ ہڈیوں پر، کچھ کھجور کے پتوں پر، کچھ پتھر کی تختیوں پر لکھے ہوئے محفوظ تھے، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن مجید، موجودہ مرتب صورت میں موجود نہیں تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب مسیلمہ کذّاب سے لڑائی ہوئی، تو مسیلمہ کذّاب قتل ہوا، اور اس کی فوج کو شکست ہوئی، لیکن اسی کے ساتھ بہت سے صحابہ بھی شہید ہوگئے، ان شہید ہونے والے صحابہ میں بڑی تعداد حفاظِ قرآن صحابہ کی بھی تھی۔

جب کئی حفاظِ قرآن صحابہ موجود نہ رہے، تو عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی فکر ہوئی، اور عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں گفتگو کی۔

چنانچہ حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَعَثَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ لِمَقْتَلِ أَهْلِ الْيَمَامَةِ وَعِنْدَهُ عُمَرُ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ " :إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ :إِنَّ الْقَتْلَ قَدْ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْآنِ، وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِقُرَّاءِ الْقُرْآنِ فِي الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا، فَيَذْهَبَ قُرْآنٌ كَثِيرٌ، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ "، قُلْتُ :كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟، فَقَالَ عُمَرُ :هُوَ وَاللَّهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي فِي ذَلِكَ حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ لَهُ صَدْرَ عُمَرَ، وَرَأَيْتُ فِي ذَلِكَ الَّذِي رَأَى عُمَرُ، قَالَ زَيْدٌ :قَالَ أَبُو

www.idaraghufran.org

بَكْرٍ :وَإِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ، لاَ نَتَّهِمُكَ قَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الوَحْيَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَتَبَّعِ القُرْآنَ، فَاجْمَعْهُ، قَالَ زَيْدٌ: فَوَاللَّهِ لَوْ كَلَّفَنِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الجِبَالِ مَا كَانَ بِأَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا كَلَّفَنِي مِنْ جَمْعِ القُرْآنِ ، قُلْتُ :كَيْفَ تَفْعَلاَنِ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ :هُوَ وَاللَّهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ يَحُثُّ مُرَاجَعَتِي حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ اللَّهُ لَهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَرَأَيْتُ فِي ذَلِكَ الَّذِي رَأَيَا، فَتَتَبَّعْتُ القُرْآنَ، أَجْمَعُهُ مِنَ العُسُبِ وَالرِّقَاعِ وَاللِّخَافِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ، فَوَجَدْتُ فِي آخِرِ سُورَةِ التَّوْبَةِ :(لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ) (التوبة: 128) .إِلَى آخِرِهَا مَعَ خُزَيْمَةَ، أَوْ أَبِي خُزَيْمَةَ، فَأَلْحَقْتُهَا فِي سُورَتِهَا، وَكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ حَيَاتَهُ، حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَيَاتَهُ، حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ، ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ (بخاری، رقم الحدیث ۷۱۹۱)

ترجمہ: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (اپنی خلافت کے زمانہ میں) کسی کو میرے پاس بھیجا، اور عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عمر میرے پاس آئے ہیں، اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ جنگِ یمامہ میں بہت سے قرآن کے حفاظ شریک ہیں، اور مجھے خدشہ ہے کہ بہت سی جگہوں میں قرآن کے حفاظ شہید نہ ہوجائیں، جس سے قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہوجائے، لہٰذا میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ قرآن کو ایک جگہ جمع کردیا جائے، میں نے یہ جواب دیا کہ میں یہ کام کس طرح کروں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا، مگر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! اس (یعنی قرآن کو جمع کرنے) میں خیر ہے، اور عمر رضی اللہ عنہ برابر مجھ سے اس (یعنی قرآن کے جمع کرنے) کے بارے میں اصرار کرتے رہے، یہاں تک کہ اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ کو کھول دیا، اور میری رائے بھی وہی ہوگئی، جو عمر

کی رائے تھی، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ آپ جوان اور عقل مند آدمی ہو، اور ہم آپ پر کسی قسم کی تہمت نہیں لگاتے، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی لکھتے تھے، پھر آپ قرآن کی اتباع کرتے تھے، تو آپ اس قرآن کو (تحریری شکل میں) جمع کرلیں (حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) اللہ کی قسم! مجھے یہ کام اس قدر بھاری معلوم ہوا کہ اگر ایک پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا مجھے مکلّف کرتے، تو وہ مجھے اتنا بھاری نہ گزرتا، جتنا کہ مجھ پر ان کے قرآن کو جمع کرنے کا حکم دینا بھاری گزرا، تو میں نے عرض کیا کہ آپ دونوں حضرات اس کام کو کیسے کرتے ہیں، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! اس میں خیر ہے، میں برابر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہی بات دہراتا رہا، یہاں تک کہ اللہ نے میرے سینہ کو بھی اس چیز کے لئے کھول دیا، جس چیز کے لئے اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھولا تھا، اور میں نے اپنی رائے کو ان کے موافق پایا، پھر میں کھڑا ہوا، اور میں نے قرآن کو تلاش کرنا شروع کیا، کھجور کی شاخوں سے، اور ہڈیوں سے، اور بانسوں سے اور لوگوں کے سینوں سے، پس میں نے سورہ توبہ کی آخری آیات ''لقد جاء کم رسول من انفسکم'' آخر سورت تک، کو حضرت خزیمہ یا حضرت ابوخزیمہ کے پاس پایا، پس میں نے ان کو سورہ توبہ کے ساتھ جمع لیا، اور قرآن مجید کے یہ صحیفے (یعنی لکھے ہوئے صفحات) ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حیات میں ان کے پاس رہے، یہاں تک کہ جب اللہ عزوجل نے آپ کو وفات دے دی، تو عمر رضی اللہ عنہ کی حیات میں ان کے پاس رہے، یہاں تک کہ جب اللہ نے ان کو بھی وفات دے دی، تو عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے (بخاری)

﴿بقیہ صفحہ 87 پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

کلاس میں ایک دن

پیارے بچو! ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں ایک مدرسہ میں گیا۔مدرسہ میرے گھر سے کچھ فاصلہ پر تھا۔اکثر و بیشتر صبح چہل قدمی کرنے کے لیے میں کچھ دور نکل جاتا جہاں مجھے تازہ ہوا میسر ہوتی۔ قریب میں ایک سڑک تھی۔سڑک کے کنارے فٹ پاتھ بنا ہوا تھا اور فٹ پاتھ کے ساتھ حکومتی ادارے کی دیوار جارہی تھی۔اس دیوار کے دوسری طرف حکومتی ادارے میں بڑے پیمانے پر درخت لگائے ہوئے تھے۔ان درختوں اور سبزے کی وجہ سے صبح صبح کی ہوا بہت اچھی محسوس ہوتی تھی۔اس ہوا کی خاطر میں صبح صبح اس فٹ پاتھ پر نکل جاتا اور چلتا چلتا روڈ کی دوسری طرف سے واپس آجاتا۔جہاں یہ حکومتی ادارے کی دیوار ختم ہورہی تھی اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا مدرسہ تھا۔ مدرسہ میں صرف حفظ کے بچے پڑھتے تھے۔حفظ کی کلاس کا معمول ہے کہ وہ صبح فجر سے پہلے شروع ہوجایا کرتی ہیں۔فجر کے بعد بھی یہاں طلباء پڑھ رہے ہوتے تھے۔

ایک دن جب سورج نکل رہا تھا۔سورج کی ٹکی مالٹائی رنگ اپنائے ہوئے بالکل سامنے قائم تھی۔جب میں چلتا ہوا اس مدرسہ کے پاس پہنچا تو کچھ عجیب سا محسوس ہوا۔مدرسہ کے کمرے کی کھڑکی سے کچھ یوں لگ رہا تھا جیسے اندر بچوں کے کھیلنے کا وقت ہو۔بچوں کے ایک دوسرے کو مارنے کی آوازیں، کچھ کی مارنے کی اور کچھ کی مار کھانے کی اور کچھ کی شکایت لگانے کی آوازیں آرہی تھیں۔میں اس سوچ میں گم تھا کہ اور مدرسوں میں تو اس وقت قاری صاحب بچوں کا سبق سنتے ہیں۔یہاں تو یہ چھٹی کا وقت لگ رہا ہے۔اسی بات کو دیکھنے کے لیے سوچا کہ قاری صاحب سے بھی ملاقات ہوجائے گی اور مدرسہ کا نظم بھی پتا چل جائے گا۔ہوسکتا ہے کہ سیکھنے کو کوئی نئی بات مل جائے۔یہ سب سوچتے ہوئے میں مدرسہ کے اندر داخل ہوا۔

مدرسہ کی کلاس ایک بڑے ہال میں لگی ہوئی تھی۔کلاس میں لگ بھگ چالیس سے پچاس بچے ہوں گے۔قاری صاحب ہال کے ایک کونے میں کلاس لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔سر سے ٹوپی اتری

www.idaraghufran.org

ہوئی تھی، اور سائیڈ پر تپائی پر رکھی ہوئی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے قاری صاحب نیچے بڑی گہرائی سے کوئی کتاب پڑھ رہے ہیں۔ جب میں قریب پہنچا اور قاری صاحب کو سلام کرنے کے لیے جھکا تو دیکھا کہ قاری صاحب کے ہاتھ میں ایک ٹچ موبائل ہے۔ ٹچ موبائل میں وہ ٹچ ٹچ کرنے میں مصروف تھے۔ قاری صاحب سے جب میں نے معلوم کیا کہ محسوس ہو رہا ہے کہ یہ چھٹی کا وقت ہے؟ تو انہوں نے جواب نہ میں دے دیا۔ قاری صاحب بہت محنتی معلوم ہو رہے تھے۔ بچوں کے بتانے پر پتا چلا کہ وہ مدرسہ کے اور کاموں میں بڑی محنت سے کام کرتے ہیں۔ اتنے میں باہر سے ایک عمر رسیدہ بزرگ آ گئے۔ ان کے انداز سے محسوس ہوا کہ وہ مدرسہ کے ہی آدمی تھی۔ آتے ہی انہوں نے قاری صاحب سے کہا:

''قاری صاحب کیا بات ہے؟ آپ کے بچوں کی آوازیں باہر ہمارے کمرہ تک آ رہی ہیں۔''

قاری صاحب نے کہا کہ اچھا میں انہیں چپ کرواتا ہوں۔ بابا جی نے جب یہ سنا تو وہ قاری صاحب کے قریب اندر آ گئے اور قاری صاحب کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ میں بھی قریب بیٹھا ہوا دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ بابا جی نے جب قاری صاحب کے ہاتھ میں موبائل دیکھا تو اس کی سکرین کی لائٹ جلی ہوئی تھی۔ قاری صاحب کو انہوں نے کہا:

''ہوسکتا ہے آپ کسی ضروری کام سے موبائل میں مصروف ہوں یا پھر موبائل میں کوئی ضروری میسیج وغیرہ پڑھ رہے ہوں گے۔ مگر اس طرح آپ کے بچوں کا شور باہر تک آ رہا ہے۔ بچوں کے اندر آپ کا رعب نہیں۔ اس لیے ان کو جو جی چاہ رہا ہے وہ کر رہے ہیں۔''

یہ سن کر قاری صاحب کی آنکھیں نیچے جھکی رہیں۔ انہوں نے کہا کہ میری غلطی ہے۔ میں موبائل میں بچوں کے لیے کوئی اچھی آواز والا قاعدہ ڈھونڈ رہا تھا۔ یہ سن کر بابا جی نے قاری صاحب سے کہا:

''آپ کسی فارغ وقت میں بھی ڈھونڈ سکتے تھے۔ نہ جانے کب سے ایسا ہو رہا ہے کہ آپ اس طرح کر رہے ہیں اور کلاس کا ماحول خراب ہو رہا ہے۔''

یہ سن کر قاری صاحب نے کہا کہ آئندہ ان شاء اللہ ایسا نہ ہوگا اور جماعت کا نظم قائم رہے گا۔ بچوں نے بھی کہا کہ ہم کلاس میں شور نہیں کریں گے۔

 مفتی طلحہ مدثر

عدالتی تفریق میں خواتین کے اختیارات (پہلا حصہ)

معزز خواتین! اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو اللہ وحدہٗ لاشریک کا بتایا ہوا طریقہ ہے، جو اپنے بندوں کے حالات اور ان کے خصائل سے بخوبی آگاہ ہے ،ایک طرف خوشگوار زندگی گزارنے کے لیے جہاں اسلام نے نکاح کو برقرار رکھنے کی اہمیت پر زور دیا، زوجین کو اخلاقی راہنمائی فراہم کی ،آپس کے تعلقات کو مضبوط تر بنانے کے لیے ہدایات دیں، خود سیدنا نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ازواجِ مطہرات کے ساتھ عملی طور پر خانگی زندگی گزار کر دکھائی اور ہمارے سامنے اسوۂ حسنہ پیش فرمایا۔

وہیں دوسری طرف نباہ نہ ہونے کی صورت میں طلاق، جدائی اور خلع کے احکامات کی تفصیل سے بھی آگاہ کیا، تاکہ دو صورتوں میں سے ایک صورت پر عمل ہوجائے ،یا تو میاں ،بیوی میں نباہ ہوجائے ،اوران کی زندگی ”امساک بمعروف“ (اچھے طریقہ سے بیوی کو رکھنا) پر عمل کرتے ہوئے ،اپنے اختتام کو پہنچ جائے ،یا پھر دوسری صورت ”تسریح باحسان“ (اچھے طریقہ سے رخصت کردینا) پر عمل کرتے ہوئے ،جدائی اختیار کرلی جائے ،خواہ نباہ ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں اخلاقیات کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے ،اور دونوں صورتوں میں بہتر طریقے سے معاملات کو انجام تک پہنچایا جائے۔

جہاں تک مرد کا معاملہ ہے،اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی لازوال حکمت کی بنا پر بہت سی چیزوں میں فوقیت عطا فرمائی ہے،اور اسے وہ اختیارات عطا کیے ہیں جو عورت کو نہیں عطا کیے،طلاق کا حق بھی مرد کے پاس ہے،اس لیے زندگی کے جس لمحہ بھی مرد کو یہ محسوس ہو، کہ اب مستقبل میں اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی حدود کے دائرہ میں رشتہ کا نباہ ممکن نہیں ہے،وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے گئے طلاق کے حق کو استعمال کر کے عورت کو آزاد کرسکتا ہے،لیکن عورت کو یہ حق عطا نہیں کیا گیا، کہ وہ بذاتِ خود جب چاہے اپنا رشتہ ختم کرلے،جس میں بے پناہ حکمتیں ہیں،اگر بالفرض بیوی کو بھی طلاق دینے کا

www.idaraghufran.org

اختیار مل جاتا،تو پھر ہر عورت ہی اپنے اوپر طلاق واقع کر بیٹھتی،ابھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے طلاق کا حق صرف مرد کو دیا گیا ہے،تب بھی بغیر سوچے سمجھے،غصے میں،اور غلط فہمی کی بنیاد پر،طلاق دینے کی شرح میں اس حد تک اضافہ ہے،کہ اس کو اعتدال میں لانے کے لیے بارہا متوجہ کرنا پڑتا ہے،اگر میاں،بیوی دونوں کے پاس ہی یہ حق ہوتا،تو پھر شاید ہی کوئی خوش نصیب جوڑا ایسا ہوتا جو آخری سانس تک اس رشتہ کو قائم رکھ پاتا۔

عورت کے لیے نکاح سے الگ ہوجانے کے لیے عموماً یہی راستہ ہے،کہ یا تو شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرکے اس کو طلاق دینے پر آمادہ کرے،یا پھر کسی اور طرح سے مال وغیرہ دے دلا کر خلع حاصل کرلے اور اپنی جان خلاصی کرالے،لیکن یہ دونوں کام بھی مرد ہی کی اجازت پر موقوف ہیں ،جس کی وجہ سے بعض ناواقف اسلام کے خلاف زبان درازی کے مرتکب ہوتے ہیں،جبکہ اصل حقیقت یہ ہے،کہ مذکورہ حکم عام حالات میں ہے،اب ایسا ممکن ہے کہ رشتہ میں خرابی کا اصل محرک بھی مرد ہی ہو،اور عورت اسی کی بنیاد پر طلاق یا خلع کا مطالبہ کرے،اور ایسی صورت میں مرد اس کو نہ طلاق دے اور نہ ہی خلع،اور نہ ہی اپنی اصلاح کی طرف آمادہ ہو،بلکہ یونہی عورت کو اپنے نکاح میں محبوس کرکے اس کی حق تلفی کرتا رہے،ایسی مخصوص صورت میں عورت کے لیے مزید راستے بھی موجود ہیں۔

تنسیخِ نکاح،عدالتی تفریق

جب عورت کو ایسی صورتحال پیش آجائے،کہ خاوند نہ حقوق کی ادائیگی کرے اور نہ نکاح سے الگ کرنے پر آمادہ ہو،اور عورت کے معاملہ کو درمیان میں معلق کررکھا ہو،ایسی صورت میں عورت کو اختیار رہے،کہ وہ عدالت سے رجوع کرے،اور اپنا معاملہ عدالت میں پیش کرے،پھر اس معاملہ میں یا تو عدالت کے ذریعہ عورت کے حقوق کی ادائیگی قانونی طاقت کو بروئے کار لاتے ہوئے کی جائے گی،یا پھر نکاح ختم کردیا جائے گا،اور یہ فیصلہ شوہر کی رضامندی یا اختیار پر موقوف نہیں ہوگا،بلکہ شوہر رضامند ہو یا نہ ہو،عدالت اپنا فیصلہ سنادے گی۔

اس بات پر تمام اہلِ علم کا اتفاق ہے، کہ عورت کے حقوق کی ادائیگی نہ ہونے پر وہ عدالت سے رجوع کر کے اپنے حقوق کا مطالبہ کرسکتی ہے،اور حقوق کی عدمِ ادائیگی کی صورت میں اپنا نکاح ختم کرانے کے لیے بھی درخواست دائر کرسکتی ہے،لیکن کن اسباب کے تحت،اور کون کونسے حقوق کی ادائیگی نہ ہونے کی بنا پر نکاح ختم ہوسکتا ہے،اور اس کی کیا شرائط ہوں گی،عدالت کی کاروائی کا طریقۂ کار کیا ہوگا،عدالت کو اس معاملے میں کیا کیا اختیارات حاصل ہونگے،اس کی تفصیل میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے،آگے اسی طرح کے کچھ اسباب کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں ،جن کے تحت عورت اپنا نکاح ختم کرا سکتی ہے۔

نفقہ کی ادائیگی نہ کرنے پر تفریق کا حق

اس بارے میں اہلِ علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے، کہ جب نکاح صحیح طور پر منعقد ہوجائے،اور عورت کی طرف سے کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو،تو شوہر کے ذمہ بیوی کے نفقہ کی ادائیگی لازم ہوجاتی ہے،جو کہ بیوی کا حق ہے،اور اگر بغیر کسی شرعی عذر کے شوہر،اس نفقہ کی ادائیگی نہ کرے،تو عورت کو عدالت کے ذریعہ جبراً اپنا یہ حق وصول کرنے کا اختیار ہے۔

اگر شوہر نفقہ کی ادائیگی نہ کررہا ہو،لیکن اس کی ملکیت میں کسی قسم کا مال موجود ہو،جس سے بیوی کے لیے اپنا حق وصول کرنا ممکن ہو،خواہ خود سے یا عدالت کے ذریعہ،تو ایسی صورت میں عورت کو نکاح ختم کرانے کا حق نہیں ہے،کیونکہ اس کا دعویٰ اپنے نفقہ کا حق وصول کرنے کا ہے،جو بغیر تفریق کے بھی حاصل ہورہا ہے،اس لیے ایسی صورت میں تفریق کی ضرورت نہیں ہے،پھر خواہ شوہر کو علم ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں بیوی شوہر کے مال میں سے اپنا حق وصول کرسکتی ہے۔

البتہ اگر شوہر کے پاس مال موجود نہ ہو،یا ہو مگر اس نے چھپا رکھا ہو،اور ظاہر نہ کیا ہو،یا ایسی کوئی بھی صورت ہو کہ بیوی کو اپنا حق حاصل کرنا ممکن نہ ہو،تو ایسی صورت میں بعض فقہاء کے نزدیک بیوی کو تفریق کا مطالبہ کا اختیار نہیں ہے،لیکن وہ شوہر کے نام پر قرض لے کر اپنی ضرورت پوری کرسکتی ہے ،جبکہ دیگر اکثر اہلِ علم حضرات کے نزدیک بعض شرائط کے ساتھ ایسی صورت میں بیوی کو نکاح ختم کرانے کا اختیار حاصل ہے۔

نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کی اہمیت

سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ اللّٰـهَ وَمَلٰٓـئِكَـتَـهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سورة الاحزاب ،رقم الآية ٥٦)

ترجمہ: بے شک اللہ اوراس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر، اے ایمان والو! تم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجو۔

اس آیت سے اصل مقصود مسلمانوں کو یہ حکم دینا تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجا کریں، مگر اس حکم کو اس طرح بیان فرمایا گیا کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے خود اپنی طرف سے اور فرشتوں کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درود کے عمل کا ذکر فرمایا۔

اس کے بعد مسلمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کا حکم فرمایا، تاکہ معلوم ہو جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جس عمل کا حکم مسلمانوں کو دیا جارہا ہے، وہ اتنا عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے بھی وہ عمل انجام دیتے ہیں، تو مسلمانوں کو تو اس عمل کا بڑا اہتمام کرنا چاہیے، کیونکہ ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم احسانات ہیں۔

اوراس آیت سے درود بھیجنے والوں کی یہ فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس عمل میں شریک فرمالیا، جو عمل اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے بھی سرانجام دیتے ہیں (معارف القرآن ج7ص221، بتغیر)

رسول اللہ ﷺ کے ذکر پر درود نہ پڑھنے والے کو جبریلِ امین کی بددعاء

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ منبر کی طرف تشریف لائے، اور منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین، پھر جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین، پھر جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔

جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی، نبی ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے بھی وہ بات سنی ہے؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں، تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت جبرئیل میرے سامنے آئے تھے (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو) انہوں نے کہا کہ ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پائے اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائے، میں نے کہا آمین!

پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا کہ ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر ہو اور وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود نہ بھیجے، میں نے کہا آمین! پھر انہوں نے کہا کہ ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی، میں نے کہا آمین۔

(طبرانی کبیر، حدیث: 315، مستدرک حاکم، حدیث: 7256)

www.idaraghufran.org

ڈاڑھی رکھنا فطرتِ اسلام میں داخل ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: إِنَّ فِطْرَةَ الإِسْلامِ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَالْإِسْتِنَانُ وَأَخْذُ الشَّارِبِ ، وَإِعْفَاءُ اللُّحٰى ، فَإِنَّ الْمَجُوْسَ تُعْفِيْ شَوَارِبَهَا ، وَتُحْفِيْ لِحَاهَا ، فَخَالِفُوْهُمْ ، خُذُوْا شَوَارِبَكُمْ، وَاعْفُوْا لِحَاكُمْ.

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اسلام کی فطرت جمعہ کے دن غسل کرنا، اور مسواک کرنا، اور مونچھوں کو کاٹنا، اور ڈاڑھی کو بڑھانا ہے، پس بے شک مجوسی (یعنی آتش پرست) اپنی مونچھیں بڑھاتے ہیں، اور ڈاڑھی کٹاتے ہیں، تو تم ان کی مخالفت کرو، تم اپنی مونچھوں کو کاٹو، اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ۔

(ابن حبان، حدیث: 1221، کتاب الطهارة)

اس حدیث میں ڈاڑھی کو بڑھانے اور مونچھوں کو کاٹنے (یعنی تراشنے) کا حکم دیا گیا ہے، جو کہ فطرتِ اسلام میں داخل ہے، اور بعض احادیث میں ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹوانے کو تمام انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا طریقہ اور فطرت ہونا بتلایا گیا ہے۔

اور اس کے برعکس ڈاڑھی کٹوانا، اور اور مونچھوں کو بڑھانا، غیروں کا طریقہ ہے، جو کہ شرعاً پسندیدہ عمل نہیں، اور غیر اقوام کی مشابہت اختیار کرنا ہے۔ اللہ ہم سب کو بچائے۔ آمین۔

www.idaraghufran.org

جھوٹی گواہی اوردوسرے کبیرہ گناہوں کاوبال

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :أَ لا أُنَبِّئُکُمْ بِأَکْبَرِ الْکَبَائِرِ قُلْنَا: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، قَالَ:اَلْإِشْرَاکُ بِاللّٰہِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ، وَکَانَ مُتَّکِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ:أَلاَ وَقَوْلُ الزُّوْرِ، وَشَھَادَۃُ الزُّوْرِ، أَلا وَقَوْلُ الزُّوْرِ، وَشَھَادَۃُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ یَقُوْلُھَا، حَتّٰی قُلْتُ:لَا یَسْکُتُ (بخاری، حدیث: 5976)

ترجمہ:رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اکبر الکبائر (یعنی کبیرہ ترین گناہوں) کی خبر نہ دے دوں؟ ہم نے عرض کیا کہ ضرور اے اللہ کے رسول! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور والدین کی نافرمانی کرنا، اور آپ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے (اس کے بعد) آپ (سیدھے ہوکر) بیٹھ گئے، پھر فرمایا کہ خبردار ہوجاؤ اور (ایک بدترین کبیرہ گناہ) جھوٹی بات ہے اور جھوٹی گواہی ہے، خبردار ہوجاؤ اور (ایک بدترین کبیرہ گناہ) جھوٹی بات ہے اور جھوٹی گواہی ہے، آپ یہ بات باربار دہراتے رہے، یہاں تک کہ میں نے (اپنے دل میں اس بات سے خوف زدہ ہوکر) کہا کہ آپ خاموش نہیں ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی کے گناہ کی شدت اور بُرائی کو بیان کرنے کے لیے ٹیک ہٹا کر اس جملے کو باربار دہرایا، جس سے معلوم ہوا کہ جھوٹی گواہی دینا بدترین گناہ ہے۔

www.idaraghufran.org

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

ناقابلِ انتفاع مقدس اوراق کوجلانے کاحکم (دوسری وآخری قسط)

’’فتاویٰ قطاع الإفتاء بالکویت‘‘ کاحوالہ

’’فتاوی قطاع الإفتاء بالکویت‘‘ کی لجنۃ کاایک فتویٰ درجِ ذیل ہے:

یجوز إتلاف أوراق المصاحف المستغنی عنها بکل من الطرق التالیة:

1 ......الإحراق الذی یتحول به المصحف کله إلی رماد.

2 ......الدفن ویجب أن یکون فی مکان طاهر بعید عن مواطن الأقدام .

3 ......التغریق بأن یوضع فی أکیاس مثقلة ویلقی فی عرض البحر بعیداً عن الشاطیء.

4 ......المحو أو الغسل بالماء أوالمواد الکیماویة الطاهرة التی تزیل کل أثر للکتابة.

5 ......التقطیع وذلک عن طریق آلات التقطیع العادیة المعروفة التی تحولها إلی مجرد حروف مقطعة لا یمکن جمع کلمات منها.

6...... تحویلها إلی عجینة بشرط أن یزول کل أثر للکتابة منها، ولا مانع من استعمال هذه العجینة فی الأغراض الصناعیة المباحة.

ویشترط فی جمیع هذه الطرق أن یقصد بها تکریم المصحف وصیانته من الامتهان، فإن قصد فاعله امتهان المصحف فإنه یکفر بذلک، کما یشترط فی الإتلاف تجنب کل ما یشعر بالإهانة والامتهان وأن یتولی العمل أناس مسلمون .والله أعلم (مجموعة الفتاویٰ الشرعیة،الصادرة عن قطاع الافتاء والبحوث الشرعیة،مشمولة:فتاوی قطاع الإفتاء بالکویت، ج۵ص ۲۱۹، کتاب الحظر والإباحة،باب الکتابة والأدب)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: جن مصاحف (یعنی قرآن مجید کے نسخوں) کی ضرورت نہ ہو،ان کے اوراق کو درج ذیل طریقوں میں سے کسی بھی طریقہ سے تلف کرنا جائز ہے:

(1) اس طرح جلا دیا جائے کہ وہ مصحف (یعنی قرآن مجید) پوری طرح سے راکھ بن جائے۔

(2) اس کو دفن کردیا جائے، لیکن یہ ضروری ہے کہ پاک جگہ میں دفن کیا جائے، جو پیروں کے روندے جانے والی جگہ سے دُور ہو۔

(3) پانی میں اس طرح ڈبو دیا جائے کہ بھاری تھیلے میں رکھ کر دریا کے اندر کنارے سے دُور ڈال دیا جائے (تاکہ وہ باہر نہ آئے)

(4) اس کی لکھائی کو مٹا دیا جائے، یا پانی کے ساتھ دھو دیا جائے، یا کیمیکل جیسے پاک مواد کے ساتھ اس طرح دھو دیا جائے کہ لکھائی کا اثر پوری طرح زائل ہوجائے۔

(5) اوراق کو کاٹ دیا جائے، ان آلات ومشینوں کے ذریعہ، جو آج کل رائج ہیں، جن کے ذریعہ سے کاغذ ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہے، اور تمام کلمات اور حروف ایک جگہ جمع نہیں رہتے۔

(6) ان اوراق کو گودا بنا دیا جائے، بشرطیکہ لکھائی کا اثر پوری طرح زائل ہوجائے، اور پھر اس گودے کو جائز اور مباح مصنوعات کے مقاصد میں استعمال کرنے میں کوئی مانع نہیں ہوگا۔

اور ان تمام طریقوں میں یہ شرط ہے کہ ان کے ذریعہ سے قرآن مجید کی تکریم اور اس کو بے ادبی و بے احترامی سے بچانا مقصود ہو۔

لیکن اگر اس طرح کا عمل کرنے والے کا مقصود قرآن مجید کی توہین کرنا ہو، تو وہ اس کی وجہ سے کافر ہوجائے گا، اور تلف کرنے کے سلسلہ میں یہ بھی شرط ہے کہ ان طریقوں سے اجتناب کیا جائے، جو اہانت اور توہین پر مشتمل ہوں، اور اس طریقۂ کار کو مسلمان افراد انجام دیں، واللہ أعلم (فتاویٰ قطاع الافتاء)

www.idaraghufran.org

ظاہر ہے کہ ہمارے پیشِ نظر بے ادبی سے بچانے کے لیے جلانا ہے، نعوذ باللہ تعالیٰ بے ادبی کے طور پر جلانا، ہرگز پیشِ نظر نہیں۔

’’جامعۃُ الأزہر و جامعۃُ القاہرۃ ‘‘ کا حوالہ

’’جریدۃ صدی البلد ‘‘میں 04دسمبر2019ء کو، پرانے اور بوسیدہ قرآنی اوراق اور نسخوں کے متعلق تفصیلی حکم شائع ہوا، جس کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

’’جامعہ قاہرۃ‘‘ کے’’الفقہ المقارن ‘‘کے استاذ دکتور محمد نجیب عوضین نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ قرآن کریم کے پرانے اور بوسیدہ نسخوں اور اوراق کو پھینک دینا، صحیح نہیں، فقہائے کرام نے قرآن مجید کو اہانت سے بچانے اور اس کی تکریم کی خاطر اس طرح کے نسخوں اور اوراق کو جلانے کا حکم فرمایا ہے، پھر جلانے کے بعد اُس کے مواد کو دفن کر دینا بہتر ہے۔

اور’’جامعہ ازہر‘‘ کے استاذ دکتور محمد سید سلطان نے فرمایا کہ اس طرح کے قرآنی نسخوں کے متعلق امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ ان کو جلانا جائز ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی وجہ سے، پھر جلانے کے بعد اس کی راکھ کو سمندر، یا نہر میں ڈال دیا جائے، یا پاک جگہ میں گڑھا کھود کر، راکھ کو اس میں دفن کر دیا جائے۔

جو قرآنی نسخے، قرائت کے قابل نہ رہیں، اُن کو بے ادبی سے بچانے کی خاطر جلانا، جمہور فقہائے کرام کے نزدیک جائز ہے۔

اور دارُالافتاء مصر کے مفتی شیخ محمد وسام نے فرمایا کہ جن اوراق پر قرآن کریم، یا احادیثِ مبارکہ لکھی ہوئی ہوں، جن میں متبرک الفاظ ہوں، اور ان کی بے ادبی کا ڈر ہو، تو اُن کو جلا دینا، یا پاؤں پڑنے والی جگہ سے دور جگہ میں دفن کر دینا، جائز ہے، اور اس میں کوئی ممانعت نہیں، کیونکہ یہ مقدس کلام ہے، جس کو بے ادبی سے بچانے کی خاطر دفن کرنے، یا جلانے میں کوئی ممانعت کی بات نہیں پائی جاتی، اور قرآن مجید کی

آیت، یا ورقہ کو زمین پر، یا گندی جگہ میں ڈالنا، جائز نہیں، اگر کوئی اہانت اور تحقیر کے طور پر اس عمل کا ارتکاب کرے، تو اس سے کفر لازم آجاتا ہے۔

اور مصر کے سابق مفتی ڈکتور علی جمعہ نے فرمایا کہ جب قرآن مجید، قرائت کے قابل نہ رہے، تو جمہور علماء کے نزدیک اس کو بے ادبی سے بچانے کی خاطر جلانا جائز ہے“۔ [1]

---

[1] حكم حرق المصاحف القديمة والممزقة؟

سؤال أجاب عنه الدكتور محمد نجيب عوضين، استاذ الفقة المقارن بجامعة القاهرة، وذلك خلال لقائه ببرنامج السائل والفقية المذاع عبر موجات إذاعة القران الكريم .

وأوضح قائلًا: أحيانا يكون هناك مصحف تكون أوراقه قد تقطعت أو تمزقت، فالقران الكريم مكرم ولا يصح رميه مع الورق الزائد فى المنزل، وقد ذكر الفقهاء أن من باب التكريم وحفظ القرأن الكريم من الإمتهان أن يقوم بحرق هذه النماذج التى أصابها تلف فى الأوراق وغير ذلك وهذا أولى ثم بعد حرقها يدفنها.

أما أن أقوم بحرق مصحف لا شء فيها و أوراقه سليمة فهذا نوع من الإيذاء يخرج الإنسان الى المعصية الشديدة .

هل يجوز حرق أوراق المصحف الممزقة؟

قال الدكتور محمد سيد سلطان، أستاذ بجامعة الأزهر، إن الإمام أحمد إبن حنبل رضى الله عنه سئل عن حكم حرق المصحف فقال أنه يجوز لأن سيدنا عثمان بن عفان رضى الله عنه أحرق جميع المصاحف بعد أن كتب المصحف العثمانى فقال يجب عليه أن يحرقها والرماد يوضع فى ماء البحر أو النهر أو يحفر له حفرة فى أرض طاهرة ويدفن الرماد فى مكان طاهر.

وأضاف "سلطان "، فى إجابته عن سؤال (هل يجوز حرق أوراق المصحف الممزقة؟)،أن المصحف الصالح للقرائة لا يحرق لحرمته، فإذا صار خَلِقًا غير صالح للقرائة فيه، فإنه يجوز حرقه صيانةً له عند جمهور العلماء.

وأشار إلى أنه إذا تعرض المصحف لبعض التلف والتمزق ، وكان بالإمكان إصلاحه وتجليده فهو أفضل وأحسن ، ومن أعمال البر التى يؤجر عليها الإنسان.

حكم حرق بعض ورق القرآن خشية التلف

قال الشيخ محمد وسام، أمين الفتوى بدار الإفتاء المصرية، إن من كانت لديه أوراق مكتوب عليها آيات من القرآن الكريم أو الأحاديث التى بها لفظ الجلالة، ويخشى أن تطأها الأقدام؛ فيجوز له حرقها أو دفنها فى مكان بعيد عن وطأة الأقدام.

وأضاف وسام، فى إجابته على سؤال ما حكم حرق بعض ورق القرآن خشية التلف؟، أنه لا مانع من حرق أوراق القرآن الكريم، لأن هذا كلام مقدس فإذا خيف عليه من الامتهان؛ فلا مانع من الدفن أو الحرق.

وأشار الى أنه لا يجوز أن تلقى أية ورقة من المصحف على الأرض، أو فى مكان قذر؛ ما دام فيها حرف من كلام الله تعالى، ولو حدث ذلك على سبيل الإهانة والاحتقار؛ يكون كفرًا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور جامعہ ازہر، مصر میں فقہ کے استاذ مفتی دکتور سعدالدین ہلالی کا ایک فتویٰ، مورخہ 04 جولائی 2014ء کو ''الجریدۃ'' میں جو شائع ہوا، اس میں انہوں نے تحریر فرمایا کہ:

''قرآن مجید کے اوراق جب پرانے ہوجائیں، یا پھٹ جائیں، یا انتفاع کے قابل نہ رہیں، یا ان میں اغلاط پائی جاتی ہوں، جن کی اصلاح ممکن نہ ہو، تو اُن کو جلائے بغیر دفن کرنا بھی جائز ہے، اوران کو جلا کر محفوظ مقام پر دفن کرنا بھی جائز ہے، تاکہ وہ اہانت سے محفوظ ہوجائیں، اوران کو جلانے میں کوئی حرج نہیں، جس کی تائید، خلیفۂ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے ہوتی ہے۔

اور فقہائے کرام کا قرآنی اور مقدس اوراق کو مذکورہ مقصود کے لیے جلانے کے جائز ہونے پر اتفاق ہے''۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حكم حرق أوراق المصحف القديمة:

ورد سؤال للدكتور علي جمعة مفتي الجمهورية السابق، من سائل يقول "ما حكم حرق الأوراق القرآنية القديمة."

أجاب "جمعة"، أن الأصل أن المصحف الصالح للقرائة لا يحرق لحرمته، فإذا صار خَلِقًا غير صالح للقرائة فيه، فإنه يجوز حرقه صيانةً له عند جمهور العلماء .

(جريدة"صدى البلد"الأربعاء /04ديسمبر/2019،هل يجوز حرق المصاحف القديمة والممزقة ؟)

(https://www.elbalad.news/4082528)

[1] حرق أوراق المصحف الممزق جائز 04-07-2014 | 00:01

السؤال :ما حكم حرق أوراق المصحف القديم التي لم تعد صالحة للقراء ة وكذلك الأوراق القديمة التي تحتوى على آيات من القرآن الكريم؟

المفتى :الدكتور سعدالدين الهلالى أستاذ الفقه بجامعة الأزهر.

الفتوى :إذا بَلِيَتْ أوُراق المصحف وتمزَّقت مِن كثرة القراء ة فيها مثلاً، أو أصبحت غير صالحة للانتفاع بها، أو عثر فيها على أغلاط مِن إهمال مَن كَتبها أو طَبعها ولم يُمْكِن إصلاحها جاز دفنها بلا تحريق، وجاز تحريقها ثم دفنها بمكان بعيد عن القاذورات ومواطىء الأقدام صيانة لها من الامتهان، وحفظًا للقرآن مِن أن يَحْصُل فيه لَبس أو تحريف أو اختلاف بانتشار المصاحف التى طرأت عليها أغلاط فى كتابتها أو طباعتها، فالمصحف إذا كان لا ينتفع به جائز حرقه ولا حرج فى ذلك، فإن عثمان رضى الله عنه لما وحَّد المصاحف على لغة قريش أمر بإحراق ما عداها فأحرقت ولم يعلم له مخالف من الصحابة رضى الله عنهم، فقال الإمام على بن أبى طالب حين حَرَّق عثمان المصاحف :لو لم يَصْنَعه هو لَصَنَعْتُه، وقال مصعب بن سعد بن أبى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مطلب یہ ہے کہ تمام فقہائے کرام بے ادبی سے بچانے کی خاطر، جلانے کے جائز ہونے پر متفق ہیں، البتہ افضل وغیرافضل ہونے، یا مکروہ تنزیہی ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے، جس سے جائز ہونے میں اختلاف لازم نہیں آتا۔

شیخ فوزان کا حوالہ

عرب کے شیخ فوزان کے فتاویٰ میں ہے کہ:

”جب قرآن مجید بوسیدہ ہوجائے، یا پھٹ جائے، اوراس کی بے ادبی کا خوف ہو، اور اس سے انتفاع ممکن نہ رہے، تو اس کو جلانے، یا پاک جگہ میں دفن کرنے میں کوئی حرج نہیں، یہ دونوں طریقے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت ہیں“۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقاص :أدْرَكْتُ الناس مُتَوافِرين حين حَرَّق عثمان المصاحف فأعجبهم ذلك، أو قال :لم يُنْكِر ذلك منهم أحَد، قال ابن كثير :وهذا إسناد صحيح، وكذلك أيضاً ما كان فيه اسم الله لا بأس بإحراقه إلا أنه حسب الأمر الواقع في المصاحف المقطوعة إذا أحرقت فإن لون الحروف يبقى بعد الإحراق، لون الحرف يبقى ظاهراً في الورقة بعد الإحراق، فلابد بعد إحراقها من أحد أمرين إما أن تدفن وإما أن تدق حتى تكون رماداً لئلا تبقى الحروف فيطير بها الهواء فتداس بالأقدام وأما ما يتردد في كثير من الأحيان أن من أحرق ورقة كوى بها يوم القيامة فلا أصل له.

وقد اتفق الفقهاء على أنه يجوز إحراق أوراق المصحف أو غيرها من الأوراق التي تحتوي على آيات من القرآن الكريم صيانة لما قد يكون فيها من آية قرآنية أو حديث نبوي أو نحو ذلك مما يجب احترامه، ويجوز أيضاً إحراق أوراق المصحف صيانة لها من الإهانة ومحافظة على حرمتها، ولك أيضاً أن تحفظها من الإهانة بدفنها في أرض طيبة.

(https://www.aljarida.com/articles/1462363648254057000/)

[1] حكم تحريق المصحف إذا خشي عليه الامتهان:

السؤال :هل يجوز حرق أوراق من المصحف الشريف إذا خيف عليها الامتهان؟

الجواب :نعم إذا درس المصحف وتمزق وخشي عليه من الامتهان أصبح في حالة لا يمكن الانتفاع به والقراءة فيه، فلا بأس أن يحرق أو يُدفن في أرض طاهرة؛ لأن كلاً من الأمرين فعله الصحابة -رضي الله عنهم -، فقد دفنوا المصاحف، وكذلك حرقوا المصاحف لما جمعوا الناس على مصحف واحد، وهو مصحف عثمان -رضي الله عنه -وحرقوا ما عداه من بقية المصاحف، فالمصحف إذا كان في حالة لا يمكن الانتفاع به لتمزقه فإنه إما أن يدفن في مكان طاهر وإما أن يحرق.

(المصدر:المنتقى من فتاوى الشيخ الفوزان(موسوعة الفتاوى،الخميس 23ذو الحجة | 1441)

(http://fatawapedia.com/)

www.idaraghufran.org

ملاعلی قاری کا حوالہ

ملاعلی قاری حنفی ’’مشكاةُ المصابيح‘‘ کی شرح ’’مرقاةُ المفاتيح‘‘ میں فرماتے ہیں:

واختلف العلماء في ورق المصحف البالي إذا لم يبق فيه نفع أن الأولى هو الغسل، أو الإحراق؟ فقيل: الثاني لأنه يدفع سائر صور الامتهان، بخلاف الغسل فإنه تداس غسالته، وقيل الغسل وتصب الغسالة في محل طاهر لأن الحرق فيه نوع إهانة (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۴،ص ۱۵۱۹، كتاب فضائل القرآن)

ترجمہ: اور علماء کا قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کے بارے میں جن کا نفع باقی نہ رہے، اختلاف ہے کہ بہتر ان کو دھودینا ہے، یا جلادینا ہے؟ پس ایک قول یہ ہے کہ جلادینا بہتر ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ سے اہانت کی تمام صورتیں ختم ہوجاتی ہیں، بخلاف دھونے کے، کہ اس کے دھوئے ہوئے پانی کی بے احترامی ہوتی ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ دھودینا بہتر ہے، اور اس کے پانی کو پاک جگہ میں ڈال دیا جائے، کیونکہ جلانے میں (ظاہری طور پر) ایک طرح کی اہانت پائی جاتی ہے (مرقاۃ)

مذکورہ عبارت میں بھی قرآنی اور مقدس اوراق کو، جن سے انتفاع نہ ہوتا ہو، دھونے اور جلانے دونوں کا جواز مذکور ہے، اور ان دونوں میں سے کونسا طریقہ افضل ہے؟ اس میں بھی اختلاف کا ذکر ہے۔

اور جب جلانے کے افضل ہونے کا قول بھی موجود ہے، تو جلانے کو گناہ قرار دینا، بالخصوص جبکہ بے ادبی سے حفاظت کی دوسری صورتوں پر عمل مشکل ہو، یہ درست نہیں۔

’’التاتار خانية‘‘ اور ’’السراجية‘‘ کا حوالہ

فقہ حنفی کی کتاب ’’الفتاوىٰ التاتار خانية‘‘ میں ہے کہ:

وفي السراجية: اذا صار المصحف خلقا ينبغي ان يلف في خرقة

طاهرة، ويدفن في مكان طاهر او تحرق (الفتاوىٰ التاتارخانية، ج۱۸ ص ۶۹، كتاب الكراهية، الفصل في المسجد والقبلة وغيرها)

ترجمہ: سراجیہ میں ہے کہ جب قرآن مجید پرانا ہوجائے، تو مناسب یہ ہے کہ اس کو پاک کپڑے میں لپیٹ کر پاک جگہ میں دفن کردیا جائے، یا جلادیا جائے (ان میں سے ہرایک صورت جائز ہے) (فتاویٰ تاتارخانیہ)

اورامام علی بن عثمان بن محمد سراج الدین آلوسی حنفی کے''الفتاویٰ السراجية''میں ہے کہ:

اذا صار المصحف خلقا ينبغي ان يلف في خرقة طاهرة، ويدفن في مكان طاهر او يحرق او يغسل (الفتاوىٰ السراجية، ص ۷۱، كتاب الكراهة والاستحسان، باب القرآن، مطبوعة: ايچ ايم سعيد كمپني، كراتشي، الباكستان)

ترجمہ: جب قرآن مجید پرانا ہوجائے، تو مناسب یہ ہے کہ اس کو پاک کپڑے میں لپیٹ کر پاک جگہ میں دفن کردیا جائے، یا جلادیا جائے، یا اُس کو پانی سے دھودیا جائے (ان میں سے ہرایک صورت مناسب ہے) (السراجیۃ)

فقہ حنفی کی مذکورہ عبارات سے بوسیدہ قرآن مجید کوادب کے ساتھ پاک جگہ دفن کرنے، یا جلادینے، یا کچی روشنائی ہونے کی صورت میں پانی وغیرہ سے دھودینے کا جائز ہونا اوران میں سے کسی بھی طریقہ میں اختیار کا ہونا معلوم ہوا۔

اور جب دفن کے لیے پاک صاف جگہ میسر نہ ہو، اورتحریرولکھائی کے پختہ ہونے کی وجہ سے پانی سے دھونا بھی ممکن نہ ہو، تو پھرجلانے کے جائز، بلکہ متعین ہونے میں شبہ نہیں۔

لیکن افسوس کہ بعض اہلِ علم حضرات اس صورت کوناجائزقراردے کرمشکلات پیدا کررہے ہیں۔

''الدرُّالمختار''اور''ردُّ المحتار''کا حوالہ

حنفیہ کی کتاب''الدرُّالمختار''میں ہے:

المصحف إذا صار بحال لا يقرأ فيه يدفن كالمسلم (الدرالمختار مع رد

www.idaraghufran.org

المحتار، ج ۱، ص ۱۷۷، کتاب الطهارة)

ترجمہ: قرآن مجید جب اس حالت کو پہنچ جائے کہ اس میں قرائت نہ کی جاسکے، تو اس کو مسلمان شخص کی طرح دفن کردیا جائے گا (درمختار)

اور''الدرُّالمختار'' کی شرح''ردُّ المحتار''میں اس کی تشریح کرتے ہوئے مذکور ہے کہ:

اس کو پاک کپڑے میں رکھ کر ایسی غیر اہانت والی جگہ، دفن کردیا جائے گا، جہاں سے لوگوں کا گزر نہ ہوتا ہو، اور''الذخیرۃ''میں ہے کہ مناسب یہ ہے کہ بغلی قبر بنائی جائے، سیدھا گڑھا نہ کھودا جائے، کیونکہ ایسی صورت میں اس پر مٹی ڈالنے کی نوبت آئے گی، جس میں ایک طرح کی تحقیر ہے، البتہ اس کے اوپر اس طرح سے چھت بنادی جائے کہ اس تک مٹی نہ پہنچے، تو یہ بہتر ہے۔ [1]

اور''الدر المختار''میں ہی ایک مقام پر ہے کہ:

الكتب التي لا ينتفع بها يمحى عنها اسم الله وملائكته ورسله ويحرق الباقي ولا بأس بأن تلقى في ماء جار كما هي أو تدفن وهو أحسن كما في الأنبياء(الدرالمختار مع رد المحتار، ج٦، ص٤٢٢، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع)

ترجمہ: جن دینی کتب سے انتفاع نہ کیا جاسکے، اُن سے، اللہ اور اس کے فرشتوں اور رسولوں کا نام مٹادیا جائے گا، اور باقی کو جلادیا جائے گا، اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ اسی حالت میں رکھتے ہوئے، جاری پانی میں ڈال دیا جائے، یا دفن کردیا جائے، اور

---

[1] (قوله: يدفن) أي يجعل في خرقة طاهرة ويدفن في محل غير ممتهن لا يوطأ. وفي الذخيرة وينبغي أن يلحد له ولا يشق له؛ لأنه يحتاج إلى إهالة التراب عليه، وفي ذلك نوع تحقير إلا إذا جعل فوقه سقف بحيث لا يصل التراب إليه فهو حسن أيضا اهـ. وأما غيره من الكتب فسيأتي في الحظر والإباحة أنه يمحى عنها اسم الله تعالى وملائكته ورسله ويحرق الباقي ولا بأس بأن تلقى في ماء جار كما هي أو تدفن وهو أحسن. اهـ.

(قوله: كالمسلم) فإنه مكرم، وإذا مات وعدم نفعه يدفن وكذلك المصحف، فليس في دفنه إهانة له، بل ذلك إكرام خوفا من الامتهان(ردالمحتار، ج ۱ ص۱۷۷، كتاب الطهارة، سنن الغسل)

www.idaraghufran.org

یہی بہتر طریقہ ہے، جیسا کہ انبیائے کرام کو دفن کیا جاتا ہے(الدرالمختار)
اور''رَدُّ المحتار''میں مذکورہ عبارت کی شرح میں ہے:

یعنی أن الدفن لیس فیه إخلال بالتعظیم، لأن أفضل الناس یدفنون .

وفی الذخیرة :المصحف إذا صار خلقا وتعذر القراء ة منه لا یحرق بالنار إلیه أشار محمد وبه نأخذ.

ولا یکره دفنه، وینبغی أن یلف بخرقة طاهرة، ویلحد له لأنه لو شق ودفن یحتاج إلی إهالة التراب علیه، وفی ذلک نوع تحقیر إلا إذا جعل فوقه سقف، وإن شاء غسله بالماء .

أو وضعه فی موضع طاهر لا تصل إلیه ید محدث ولا غبار، ولا قذر تعظیما لکلام الله عز وجل اهـ (رد المحتار علی الدر المختار، ج٦، ص ٤٢٢، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع)

ترجمہ: دفن کرنے میں، تعظیم کی خلاف ورزی نہیں پائی جاتی، کیونکہ انبیاء واولیائے کرام کو، جو لوگوں میں افضل ہوتے ہیں، ان کو بھی دفن کیا جاتا ہے۔

اور ذخیرہ میں ہے کہ قرآن مجید کا نسخہ، جب پرانا ہوجائے، اور اس سے قرائت کرنا دشوار ہوجائے، تو آگ میں نہیں جلایا جائے گا، اسی کی طرف امام محمد نے اشارہ کیا ہے، اور ہم اسی کو لیتے ہیں۔

اور اس کو دفن کرنا مکروہ نہیں ہے، لیکن مناسب یہ ہے کہ اس کو پاک کپڑے میں لپیٹا جائے، اور بغلی قبر بنائی جائے، کیونکہ اگر ویسے ہی سیدھا گڑھا کھود کر اس کو دفن کیا جائے گا، تو اس پر مٹی ڈالنے کی ضرورت پڑے گی، اور اس میں ایک طرح کی تحقیر لازم آتی ہے، لیکن اگر اس کے اوپر چھت بنادی جائے (یعنی اوپر لکڑی، یا پتھر وغیرہ کی سِل رکھ کر پھر مٹی ڈالی جائے، تو حرج نہیں)

اور اگر چاہے تو اس قرآن کو پانی سے دھودے۔

یا اس (قرآن مجید کے مطبوعہ ومکتوبہ نسخہ، یا اوراق) کو ایسی پاک جگہ رکھ دے، جہاں نہ تو بے وضو شخص کا ہاتھ پہنچے، اور نہ گرد وغبار پہنچے، اور نہ کوئی گندگی پہنچے، اللہ عزوجل کے کلام کی تعظیم کے لئے (ردالمحتار)

فقہ حنفی کی مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے پرانا، بوسیدہ یا ناقابلِ انتفاع ہونے کی صورت میں اس کو بے ادبی اور اہانت سے بچانے کے مندرجہ ذیل طریقے ہیں:

(1)......قرآن مجید اور مقدس مواد کے ناقابلِ انتفاع اوراق اور نسخوں کو بے ادبی سے بچانے کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ پاک وصاف جگہ دفن کر دیا جائے، جہاں لوگوں کا گزر نہ ہوتا ہو، جس کا مناسب طریقہ وہی ہے، جو مسلمان کو دفن کرنے کا ہے کہ ان کو پاک کپڑے میں لپیٹا جائے، اور بغلی قبر بنائی جائے، کیونکہ اگر ویسے ہی سیدھا گڑھا کھود کر ان کو دفن کیا جائے گا، تو اوپر سے مٹی ڈالنے کی ضرورت پڑے گی، اور اس میں ایک طرح کی تحقیر لازم آئے گی، لیکن اگر اوپر چھت بنا دی جائے، جیسا کہ مسلمان کو دفن کرنے کے وقت کیا جاتا ہے، تو حرج نہیں۔

(2)......قرآن مجید کے ناقابلِ انتفاع اوراق اور نسخوں کو بے ادبی سے بچانے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پاک پانی سے قرآنی حروف کو دھو کر مٹا دیا جائے اور وہ پانی کسی پاک جگہ پر بہا دیا جائے۔

(3)......قرآن مجید کے ناقابلِ انتفاع اوراق اور نسخوں کو بے ادبی سے بچانے کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ان کو پاک صاف جگہ رکھ دیا جائے، جہاں نہ تو بے وضو شخص کا ہاتھ پہنچے، نہ گرد وغبار پہنچے اور نہ کوئی گندگی پہنچے۔

(4)...... امام محمد رحمہ اللہ کے اشارہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ قرآن مجید کے ناقابلِ انتفاع اوراق اور نسخوں کو آگ میں جلانا مناسب نہیں۔

اور جن کتابوں، یا اخبارات وغیرہ میں اللہ اور اس کے فرشتوں اور نبیوں وغیرہ کا نام ہو، اُن کو مٹا کر باقی مواد کو جلا دینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ انتھٰی۔

www.idaraghufran.org

لیکن اس موقع پر یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ پانی سے دھونے، یا مٹانے کا مذکورہ طریقہ، دراصل خام اور کچی روشنائی سے متعلق ہے، جو پہلے زمانوں میں چمڑے، یا تختی وغیرہ پر ہوتی تھی، جس کو پانی کے ذریعے دھونے سے نقوش غائب ہوجاتے ہیں۔

برخلاف موجودہ دور کی کاغذ پر پختہ اور پکی روشنائی کے کہ اس کے نقوش کاغذ وغیرہ سے، عام طریقہ پر دھونے کے ذریعے غائب نہیں ہوتے۔

اور ہم یہ پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک، قرآنی اوراق کو بے ادبی سے بچانے کی خاطر، جلانے کے مکروہ ہونے کے قول سے مراد ''مکروہ تنزیہی'' ہونا ہے، کیونکہ جب جلانے کا عمل، خلیفۂ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، جس پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے انکار ونکیر بھی مروی نہیں، اور فقہ حنفی ہی کی بعض کتب میں اس کے جائز ہونے اور اس سے بڑھ کر افضل ہونے کی صراحت کی گئی ہے، تو ''مکروہ تنزیہی'' ہونا ہی متعین ہوگا، اور ''جواز'' اور ''کراہتِ تنزیہی'' دونوں میں تطبیق ممکن اور سہل ہوتی ہے، ان دونوں میں درحقیقت کوئی ٹکراؤ نہیں ہوتا، اور جس فعل پر صحابۂ کرام سے نکیر مروی نہ ہو، اور اس سے بڑھ کر وہ فعل خلیفۂ راشد سے ثابت ہو، اس کو مکروہ تحریمی قرار دینا راجح نہیں، اس طرح کے مسائل کی بے شمار مثالیں، فقہ حنفی کی کتب میں مذکور ہیں۔ [1]

---

[1] كما تشمل المكروه تنزيها، وهو ما كان إلى الحل أقرب، بمعنى أنه لا يعاقب فاعله أصلا، لكن يثاب تاركه أدنى ثواب ، فيكون تركه أولى من فعله .ويرادف المكروه تنزيها (خلاف الأولى) وكثيرا ما يطلقونه أيضا.

فإذا ذكروا مكروها: فلا بد من النظر فى دليله(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۹ ص ۱۴۴، مادة "بيع")

المكروه تنزيها: وهو ما كان تركه أولى من فعله، ويرادف خلاف الأولى(ردالمحتار، ج ۱ ص ۱۳۱، كتاب الطهارة، سنن الوضوء)

والظاهر أن خلاف الأولى أعم، فكل مكروه تنزيها خلاف الأولى ولا عكس لأن خلاف الأولى قد لا يكون مكروها حيث لا دليل خاص كترك صلاة الضحى .وبه يظهر أن كون ترك المستحب راجعا إلى خلاف الأولى لا يلزم منه أن يكون مكروها إلا بنهي خاص لأن الكراهة حكم شرعي فلا بد له من دليل، والله تعالى أعلم (ردالمحتار، ج ۱ ص ۱۵۳، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور جب محفوظ ومحترم جگہ دفن کرنے، اور پانی سے دھونے کی صورتوں پر عمل ممکن نہ ہو، بلکہ ان طریقوں پر عمل کرنے سے بے ادبی لازم آتی ہو، اور اسی حال میں اس مواد کو باقی رکھتے ہوئے ایسے مقام پر محفوظ رکھنا بھی مشکل ہو کہ جہاں بے وضو شخص کا ہاتھ نہ پہنچے، اور نہ کوئی گندگی اور گرد وغبار پہنچے، تو بے ادبی سے بچانے کی خاطر جلا دینا، بلاشبہ جائز ہوگا۔

اور ایسی حالت میں جلانے کے ناجائز ہونے پر اصرار کرنا، دراصل بے ادبی و بے احترامی کی صورتوں کا راستہ کھولنا کہلائے گا، جیسا کہ عام مشاہدہ ہے کہ بڑے اور وسیع مواد کو دفن کرنے کے لیے پاک صاف، محفوظ جگہیں میسر نہیں، اور پانی میں ڈالنے سے ان کی بے ادبی کے امکانات ختم نہیں ہوتے، اور پختہ تحریر و لکھائی کو دھونا بھی ممکن نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جن اہلِ علم حضرات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مسئلہ میں اجتہاد اور غور وفکر کرنے کی توفیق حاصل ہوئی، انہوں نے اس نکتہ کو سمجھا، جیسا کہ پہلے گزرا، اور آگے بھی آتا ہے۔

امدادُ الفتاویٰ کا حوالہ

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے فتاویٰ میں ہے کہ:

> اس احراق (یعنی جلانے) میں اختلاف ہے، اس لئے (جلانے کے) فعل میں بھی گنجائش ہے، اور ترک، احوط (یعنی جلانے سے بچنا زیادہ احتیاط والا پہلو) ہے، اور تقدیر ترک (یعنی جلانے سے بچنے) پر یہ صورت سہل ہے کہ ان ردّیات کو جمع کرتے رہیں، جب معتد بہ ذخیرہ ہوجاوے، دفن کرادیں، اور احراق (یعنی جلانے) کی صورت میں اس کی خاکستر (یعنی راکھ) بنا بر قاعدۂ قلبِ ماہیت کے (یعنی ماہیت بدل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولیس کل ما هو خلاف الأولى مكروها تنزيها لأن الكراهة لا بد لها من دليل خاص كما قررناه مرارا(ردالمحتار، ج۲ ص ۲۲، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

ويمكن حمل الكراهة على التنزيهية وهي مرجع خلاف الأولى المفاد من كلمة لا بأس غالبا فلا مخالفة فافهم(ردالمتحار، ج۲ ص ۱۶۹، کتاب الصلاة، باب العيدين)

قلت: الظاهر أن هذه الكراهة للتنزيه ومرجعها إلى خلاف الأولى إذ احتمال الغلط لا يصلح دليلا على كراهة التحريم اهـ(ردالمحتار، ج۶ ص ۳۲۰، کتاب الأضحية)

www.idaraghufran.org

جانے کی بناء پر) واجبُ الاحترام تو نہیں ہے، لیکن اگر اس کو جداگانہ کسی ظرف (یعنی برتن وغیرہ) میں جلا کر اس خاکستر (یعنی راکھ) کو پانی میں گھول کر دریا میں بہادیا جاوے، تو اور بھی زیادہ اقرب الی الادب (یعنی ادب کے زیادہ قریب) ہے

(امدادالفتاویٰ، ج۴ص۵۶، کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ بوقتِ ضرورت جلانے کی بھی گنجائش ہے، اور جلانے کے بعد اس کی راکھ کا قلبِ ماہیت کی وجہ سے اس درجہ کا احترام واجب نہیں رہتا، تاہم پھر بھی اگر کوئی مزید ادب ملحوظ رکھنے کے لئے اس کو دریا کے پاک صاف پانی میں بہادے، یا پاک زمین میں دفن کردے، تو اچھی بات ہے، لیکن ایسا نہ کرنے پر نکیر نہیں کی جاسکتی، کیونکہ وہ کوئی گناہ والا عمل نہیں۔

کفایتُ المفتی کا حوالہ

حضرت مولانا مفتی کفایتُ اللہ صاحب دہلوی کے فتاویٰ میں ہے کہ:

(قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کو) محفوظ اور محتاط مقام میں دفن کردینا بھی جائز ہے، لیکن جلا دینا آج کل زیادہ بہتر ہے، کیونکہ ایسا محفوظ مقام دستیاب ہونا مشکل ہے کہ وہاں آدمی، یا جانور نہ پہنچ سکیں، اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مصاحف کو جلانا، اس کے جواز کی دلیل ہے (کفایت المفتی، ج۱، ص۱۲۷، کتاب العقائد، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

مذکور فتوے سے معلوم ہوا کہ موجودہ زمانے میں جلا دینا، نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ بہتر ہے، اور اس کی وجہ پہلے ذکر کی جاچکی ہے، اور آگے بھی آتی ہے۔

فتاویٰ محمودیہ کا حوالہ

مدرسہ مظاہرُ العلوم، سہارنپور، اور مدرسہ دارُالعلوم دیوبند، ہندوستان کے سابق مفتی اعظم محمود حسن گنگوہی کے فتاویٰ میں ایک سوال اور اس کا جواب، اس طرح مذکور ہے:

سوال:......قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو اگر کوئی جلا دے، تاکہ بے حرمتی سے بچ

جائے، تو اس میں کوئی گناہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:......اس میں کوئی گناہ نہیں، لیکن پاک کپڑے میں لپیٹ کر محفوظ جگہ دفن کرنا، اس سے بھی بہتر ہے۔ فقط۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی: مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف، یکم ربیع الثانی ۵۷ھ

(فتاویٰ محمودیہ مبوب، ج۳ ص۵۴۴، کتاب العلم، باب ما یتعلق بالقرآن الکریم، بعنوان "قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو جلانا" مطبوعہ: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

ظاہر ہے کہ پاک کپڑے میں لپیٹ کر محفوظ جگہ دفن کرنا، اگر ممکن وسہل ہو، تو اس پر عمل کرنے سے کوئی مومن بھی گریز نہیں کرے گا، لیکن یہاں بحث اس بڑی تعداد ومقدار کے مواد سے متعلق ہے، جس کو اس طرح مذکورہ طریقہ پر دفن کرنا ممکن نہ ہو، اور پانی میں بہادینے، یا ڈال دینے سے بھی بے احترامی سے حفاظت نہ ہوسکتی ہو، ایسی صورت میں بے ادبی سے بچانے کے لیے جلانا، کیونکر جائز نہ ہوگا، اور بعض اہلِ علم حضرات کا مذکورہ اور اس جیسے فتاویٰ سے آنکھیں بند کرلینا، تعجب وحیرت کا باعث ہے۔

فتاویٰ عثمانی کا حوالہ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے فتاویٰ میں ہے:

فقہائے حنفیہ نے ترجیح اس کو دی ہے کہ قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو جلانے کے بجائے، یا تو کسی محفوظ جگہ پر دفن کردیا جائے، یا اگر وہ اوراق دُھل سکتے ہوں، تو حروف کو دھو کر، ان کا پانی کسی کنویں، یا ٹینکی وغیرہ میں شامل کردیا جائے۔

اور دفن کرنے کے لیے بھی بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان اوراق کو کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردیا جائے۔

اگر یہ دونوں کام مشکل ہوں، تو اِن اوراق کو کسی دریا، سمندر، یا کنویں میں بھی ڈالا جاسکتا ہے۔............

اور بعض علماء نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عمل سے استدلال کر کے، قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو نذرِ آتش کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔......

خلاصہ یہ کہ احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ایسے اوراق کو جلانے کے بجائے دفن کیا جائے، لیکن چونکہ بعض علماء نے جلانے کی بھی اجازت دی ہے، اوراس کا مأخذ بھی ہے، اس لئے اگر کوئی نذرِ آتش کرے، تو اسے حرام کہنا بھی مشکل ہے۔

واللہ سبحانہٗ اعلم۔

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ۔۱۰-۱۰-۱۳۹۷ھ

(فتاویٰ عثمانی، ج۱ص۱۹۴، ۱۹۵، کتاب العلم والتاریخ والطب، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت جلانے میں بھی گناہ نہیں۔

اوراس کے گناہ نہ ہونے، بلکہ جائز ہونے کی تصریح، شافعی، حنبلی اور مالکی فقہائے کرام کے علاوہ، بعض حنفی فقہائے کرام نے بھی کی ہے، جیسا کہ گزرا۔

پس موجودہ حالات میں جبکہ اوراقِ مقدسہ کے کثیر اور وسیع مواد کوادب واحترام والی جگہ میں مشائخِ حنفیہ کے بیان کردہ طریقہ کے مطابق دفن کرنا، اوراس کی سیاہی کو دھوکر مٹانا ممکن نہ رہا، اور سمندر ودریا میں ڈالنے سے بے ادبی وبے احترامی سے حفاظت مشکل ہوگئی، تو بے ادبی وبے احترامی سے بچنے بچانے کی خاطر، جلادینا بلاشبہ جائز ہے۔

اوراس حالت میں ناجائز قرار دینے والے حضرات کا قول ضعیف، کمزور اور جمہور صحابہ وتابعین اور جمہور فقہائے کرام ومجتہدینِ عظام کے خلاف اور غلط فہمی وتسامح پر مبنی ہے۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا حوالہ

اوراس طرح کے اجتہادی واختلافی اقوال میں سے کسی قول پر عمل کرنے والے کو گناہگار، یا فاسق،

فاجر، یا گستاخ اور بے ادب وغیرہ کہنا جائز نہیں۔

چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ائمۂ اربعہ کے متفق علیہ اصول سے یہ ثابت ہے کہ جس مسئلے میں اجتہاد کی گنجائش ہو، اور ائمۂ مجتہدین اپنی اپنی صوابدید کے مطابق اس کی کوئی خاص صورت تجویز کر کے عمل کریں، تو ان میں کوئی جانب منکر نہیں ہوتی، دونوں جانبیں معروف ہی کی فرد ہوتی ہیں، اس لیے وہاں ''امر بالمعروف ''اور''نهي عن المنكر '' کا خطاب بھی متوجہ نہیں ہوتا، اور اپنے مسلکِ مختار کے مخالف عمل کرنے والوں پر تارکِ سنت ہونے کا الزام لگانا، یا ان کو فاسق کہنا کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

امامِ حدیث حافظ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب''جامعُ العلم ''میں اس کے متعلق جو مضمون نقل فرمایا ہے، وہ اہلِ علم کو ہمیشہ مستحضر اور صفحۂ قلب پر نقش رکھنا ضروری ہے، تاکہ ان مفاسد سے بچ سکیں، جن میں آج کل کے بہت سے علماء مبتلا ہیں کہ اجتہادی مسائل میں اختلاف کی بناء پر ایک دوسرے کی تفسیق و تکفیر تک پہنچ جاتے ہیں، اور اکابر علماء کی شان میں بے ادبی کے مرتکب ہوجاتے ہیں، جس کے نتیجہ میں دیندار مسلمان آپس میں ٹکراتے ہیں، اور پھر خدا جانے کتنے صغیرہ، کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں (مجالسِ حکیم الامت، صفحہ ۶۸، ۶۹، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

مفتی صاحب موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

''روکنے، ٹوکنے کا معاملہ صرف اُن مسائل میں ہوگا، جو اُمت میں مشہور و معروف ہیں، اور سب کے نزدیک متفق علیہ ہیں، اجتہادی مسائل، جن میں اُصولِ شرعیہ کے ماتحت مختلف رائیں ہوسکتی ہیں، ان میں روک ٹوک کا سلسلہ نہ ہونا چاہئے''(معارف القرآن، ج ۲ ص ۱۴۲، سورہ آلِ عمران، آیت نمبر ۱۰۴، مطبوعہ: ادارۃ المعارف، کراچی، سنِ اشاعت: ذوالحجہ ۱۴۱۱ ہجری، جون 1991ء)

مفتی صاحب موصوف ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

”اجتہادی اختلاف میں کوئی جانب منکر نہیں ہوتی کہ ”امر بالمعروف ونھی عن المنکر“ کے ماتحت اس پر نکیر کیا جائے اور جب وہ منکر نہیں تو غیر منکر پر نکیر، خود امرِ منکر ہے، اس سے پرہیز لازم ہے۔

یہ وہ بات ہے جس میں آج کل بہت سے اہلِ علم بھی غفلت میں مبتلا ہیں، اپنے مخالف نظریہ رکھنے والوں پر تبرا اور سب وشتم سے بھی پرہیز نہیں کرتے، جس کا نتیجہ مسلمانوں میں جنگ وجدل اور انتشار واختلاف کی صورت میں جگہ جگہ مشاہدہ میں آ رہا ہے، اجتہادی اختلاف، بشرطیکہ اصولِ اجتہاد کے مطابق ہو، وہ تو ہرگز آیتِ مذکور ولاتفرّقوا کے خلاف اور مذموم نہیں۔

البتہ اس اجتہادی اختلاف کے ساتھ جو معاملہ آج کل کیا جا رہا ہے کہ اسی کی بحث و مباحثہ کو دین کی بنیاد بنالی گئی اور اس پر باہمی جنگ وجدل اور سب وشتم تک نوبت پہنچا دی گئی، یہ طرزِ عمل بلاشبہ ولاتفرّقوا کی کھلی مخالفت اور مذموم اور سنتِ سلف، صحابہ و تابعین کے بالکل خلاف ہے، اسلافِ امت میں کبھی کہیں نہیں سنا گیا کہ اجتہادی اختلاف کی بنا پر اپنے سے مختلف نظریہ رکھنے والوں پر اس طرح نکیر کیا گیا ہو“ (معارف القرآن، ج۲ ص۱۴۳، سورہ آلِ عمران، آیت نمبر ۱۰۴، مطبوعہ: ادارۃ المعارف، کراچی، سنِ اشاعت: ذوالحجہ ۱۴۱۱ ہجری، جون 1991ء)

مذکورہ عبارات اور حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے بوسیدہ و ناقابلِ انتفاع نسخوں اور مقدس اوراق کو بے ادبی سے بچانے کے لیے جلانے کے عمل پر نکیر کرنا، اور اس عمل کے مرتکب کو بے ادب و گستاخ وغیرہ قرار دینا، طریقۂ سلف، اور صحابہ و تابعین کے بالکل خلاف ہے۔

وَاللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ.

خلاصۂ جواب

مذکورہ تفصیل کا خلاصہ یہ نکلا کہ:

www.idaraghufran.org

سوال میں ذکرشدہ صورت میں قرآن مجید کے بوسیدہ، ناقابلِ انتفاع اوراق اورنسخوں کو، اوراسی طرح دوسرے مقدس اوراق اور مواد کو بے ادبی و بے احترامی سے بچانے کی غرض سے ادب واحتیاط کے ساتھ کسی پاک صاف جگہ دفن کرنا، یا پاک وصاف پانی سے دھوکرنقوش کو مٹادینا، یا ایسی جگہ رکھ دینا، جہاں بے وضوآدمی کا ہاتھ نہ پہنچے، اورنہ ہی اس کو گردوغبار لگے، اورنہ کوئی گندگی پہنچے، جائز ہے۔

اوراگر مذکورہ صورتوں پرعمل مشکل ہو، اورجلانے کے علاوہ دوسری متبادل صورت میسر نہ ہو، تو اس کو احتیاط کے ساتھ جلادینا بھی بلاشبہ جائز ہے، جس کے بعد مزید احتیاط کے طور پر اس کی راکھ کو پاک جگہ دفن کردینا، یا پاک پانی میں بہادینا بھی جائز ہے۔

اکثر اور جمہور فقہائے کرام، یعنی مالکی، شافعی اور حنبلی فقہائے کرام کے نزدیک ناقابلِ انتفاع مقدس اورقرآنی اوراق کو بے ادبی سے بچانے کے لئے جلانا بھی جائز ہے، اوراسی کے بعض محققینِ حنفیہ بھی قائل ہیں۔

اوربعض حنفیہ کی کتب میں جو اِس طرح کے مواد کو جلانا مکروہ لکھا گیا ہے، تو اس کے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ اس سے مکروہ تنزیہی مراد ہے، جس کی خلاف ورزی میں کوئی گناہ نہیں ہوتا، اوردوسری بات یہ ہے کہ یہ مکروہ ہونا بھی، اس صورت میں ہے، جبکہ اس کے مقابلے میں ادب واحترام کے ساتھ پاک صاف جگہ میں دفن کرنے، یا اس طرح کے مواد کو پاک صاف پانی سے دھونے پرعمل ممکن ہو، اورجب اس پرعمل ممکن نہ ہو، یا سخت دشوار ہو، تو پھر بھی اس کو مکروہ قرار دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ اس طرح کے مواد کو اسی حالت میں چھوڑ دیا جائے۔

لیکن اس صورت میں اس کی بے احترامی و بے ادبی کا ہونا ظاہر ہے، کیونکہ اس طرح کے مواد کو جو بہت بڑی مقدار میں ہوتا ہے، کسی نہ کسی جگہ رکھنا پڑے گا، جس کے لیے ادب واحترام والی پاک صاف جگہ کا میسر آنا ممکن نہ ہوگا۔

اورجو بعض علماء اس طرح کے مواد کو دفن کردینے پر ہی زور دیتے ہیں، یا پانی میں بہادینے، یا وزن وغیرہ باندھ کر دریا بُرد کردینے کی تجویز دیتے ہیں، وہ اس چیز کو نظرانداز کردیتے ہیں کہ اولاً تو اس

طرح کے مواد کو دفن کردینے کے لیے پاک صاف جگہ کا میسر آنا ہی مشکل ہے، جہاں کوئی گندگی، اور کسی کے پاؤں نہ پڑیں، دوسرے دفن کردینے کے بعد اس مواد کا ادب واحترام باقی رکھنا بھی مشکل ہے، تیسرے اتنی بڑی مقدار کو اس طرح دفن کرنا، انتہائی دشوار ہے کہ اس پر مٹی نہ پڑے، اور دریا برد کرنے کی صورت میں اس مواد کے ہواؤں کے ذریعے اڑکر، یا پانی کے بہاؤ سے بے ادبی والے مقام پر پہنچنے کا بھی عام طور پر مشاہدہ ہے۔

لہٰذا موجودہ حالات میں اس طرح کی چیزوں پر زور دینا، اور بے ادبی وبے احترامی سے بچانے کے لیے ہر شخص کے لیے، ہر مقام پر رہتے ہوئے، جلانے کی سہل صورت کی اجازت نہ دینا، فقہی اصولوں کے مطابق نہیں۔

اور موجودہ دور کے بعض علماء کا بے ادبی وبے احترامی سے بچانے کی غرض ونیت سے جلانے کو بے ادبی قرار دینا، بالخصوص جبکہ متبادل صورتوں پر عمل ممکن نہ ہو، یا سخت مشکل ہو، تو یہ کم علمی اور غلط فہمی پر مبنی ہے، اور بے ادبی سے بچنے بچانے کی خاطر، جلانے والے کے خلاف عوامی ردِ عمل کرنا، اور اس کو گستاخی وبے ادبی سمجھنا بھی، غلو پر مبنی ہے۔

اگر مذکورہ مقصد سے یہ عمل بے ادبی وبے حرمتی میں داخل ہوتا، تو خلیفہٗ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، اس طرزِ عمل کو کیوں اختیار فرماتے، اور صحابہٗ کرام رضی اللہ عنہم اس پر خاموشی کیوں اختیار فرماتے، اور جمہور فقہائے کرام، شافعی، مالکی، حنبلی اور بہت سے حنفی فقہائے کرام وعلمائے عظام، اس کو کیوں کر جائز قرار دیتے۔

کیا نعوذ باللہ تعالیٰ موجودہ دور کے ان علمائے کرام اور عوام الناس کا علم اور تقویٰ اور قرآن مجید کا ادب واحترام، مذکورہ حضرات وشخصیات سے بھی زیادہ بڑھ کر ہے۔

یہ بات یادرکھنی چاہیے کہ جس طرح بے ادبی وبے احترامی برا عمل ہے، اسی طرح ادب واحترام کے عنوان سے غلو وتشدد کا ارتکاب کرنا بھی برا ہے۔

اور موجودہ دور میں جبکہ اس طرح کے مواد کے لیے پاک صاف وسیع وعریض محفوظ مقام میسر نہیں، اور پاک صاف پانی سے حروف ونقوش کو مٹانا بھی ممکن نہیں، بلکہ بعض اوقات بے ادبی کا

باعث ہے، تو ایسی صورت میں جلا کر ہمیشہ کے لیے بے ادبی سے بچا لینے کی صورت ہی بہتر ہو سکتی ہے، جس کو بعض علمائے کرام ومفتیانِ عظام کا ناجائز قرار دینا، سخت تعجب خیز امر ہے۔

فقط وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان خان 02/محرم الحرام/1442ھ بمطابق 22/اگست/2020ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

’’مجالسِ ذکر‘‘ سے متعلق ایک خط کا جواب

مکرم ومحترم جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض ہے کہ آپ نے پہلے اجتماعی ذکر اور مجالسِ ذکر کے متعلق ایک رسالہ تحریر کیا تھا، جس میں مروّجہ اجتماعی ذکر اور مجالسِ ذکر سے منع کیا گیا تھا۔

سنا ہے کہ اب آپ نے اس سے رجوع فرمالیا ہے، اس کی کیا حقیقت ہے، اگر وضاحت فرمادیں، تو غلط فہمی دور ہوجائے گی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی ومحترمی! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بندہ نے پہلے ذکر وتلاوت وغیرہ کے لیے ’’تداعی‘‘ کو بدعت وغیرہ قرار دیا تھا، بعد میں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ نوافل وذکر اور تلاوت وغیرہ میں تداعی کا مسئلہ اجتہادی واختلافی ہے، شافعیہ کے نزدیک تداعی جائز ہے۔

اس لیے بعد میں بندہ نے حنفیہ، یا مشائخِ حنفیہ کی طرف سے بیان کردہ اس حکم کو اجتہادی وفروعی بدعت، یا مکروہ، قرار دیا، اور غیر اجتہادی، یا اصولی درجہ کی بدعت ہونے اور اجتہادی مسئلہ ہونے کی وجہ سے اس پر نکیر کرنے سے اختلاف کیا، جس کی فقہائے کرام نے تصریح کی ہے۔

چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اپنے رسالہ ’’الائتلاف فی حکم الاختلاف‘‘ میں فرماتے ہیں کہ:

فصل ششم: اختلاف کی قسمِ ششم کے بیان میں

یعنی جو اختلاف ایسے امرِ دینی میں ہو، جو اصول میں سے ہے، اور سنت وبدعت کے

درجہ میں ہے،اوراس اختلاف کاحکم بھی باستثناءِاحکامِ مخصوصہ بالکفار،وہی ہے،جواوپر فصلِ پنجم میں ذکرکیا گیاہے۔......

فائدہ نمبر 1:...... بدعت سے مراد وہ بدعت ہے، جو باتفاقِ اہلِ حق بدعت ہو، اور جس میں اہلِ حق کے اجتہاد کی گنجائش ہو، وہ مثلِ مسائل مختلف فیہا کے ہے، جن کا حکم فصلِ سوم میں مذکور ہوا ہے۔

(اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب،صفحہ ۱۱۵،مشمولہ:علمی وتحقیقی رسائل، جلد ۸،مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی،دسمبر2018عیسوی)

اور’’فصلِ سوم‘‘ کی اس سلسلے میں وہ عبارت،جس کا حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اوپرحوالہ ذکرفرمایا ہے،درجِ ذیل ہے:

فصلِ سوم:اختلاف کی قسمِ سوم کے بیان میں

یعنی جواختلاف ایسے امرِ دینی میں ہو، جوفروع میں سے ہے، اور دلیل سے ہو، خواہ دلیل نص ہو، یا اپنا اجتہاد ہو، یا اپنے کسی متبوع صالح للمتبوعیۃ (یعنی ایسے مجتہد ومحقق یامفتی) کا اجتہاد، یا فتویٰ ہو(جواتباع وتقلید کی صلاحیت واہلیت رکھتا ہو)

اوریہی ہے،وہ اختلاف،جوامتِ مرحومہ کی جماعتِ حقہ میں،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک سے اس وقت چلا آ رہا ہے۔

اور مبنیٰ اس اختلاف کا اسبابِ متعددہ ہیں، جو کتبِ اصول وتصانیف حضرت شاہ ولی اللہ ورسالہ رفع الکلام لابن تیمیۃ وغیرہا میں مدون ہیں۔

(اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب،صفحہ ۱۰۸،مشمولہ:علمی وتحقیقی رسائل، جلد ۸،مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی،دسمبر2018عیسوی)

پھراس اختلاف کاحکم بیان کرتے ہوئے مذکورہ رسالہ میں مندرجہ ذیل عبارت ہے:

اوراس اختلاف کاحکم یہ ہے کہ باتفاق واجماعِ علمائے امت محمود ومقبول ہے......اور اس اختلاف کاایک یہ بھی حکم ہے کہ جب یہ محمود ومقبول ہے،تواس میں ایک کا دوسرے

سے عداوت کرنا اور کسی کی تضلیل وتفسیق کرنا، جیسا آج کل غلاۃ میں تحریراً وتقریراً معمول ہے، سخت بدعت ومعصیت وتعصب ومخالفتِ سلف ہے(اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب، صفحہ۱۱۲، مشمولہ: علمی وتحقیقی رسائل، جلد۸، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی، دسمبر2018عیسوی)

تاہم مروّجہ اجتماعی ذکر ومجالسِ ذکر میں جہاں تک دوسرے غیرمجتہد فیہ منکرات کا تعلق ہے، ان سے بندہ نے رجوع نہیں کیا۔

بندہ کی جو مفصل ومدلل کتاب اس سلسلہ میں علمی وتحقیقی رسائل کی جلد نمبر 6 میں شائع ہوئی ہے، اس کتاب کے صرف ''مقدمہ'' کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

(1)

''اسی طرح ذکر کے متعلق تداعی اور جہر کا مسئلہ بھی ہے کہ بعض فقہائے کرام، مثلاً شافعیہ وغیرہ، ذکر وتلاوت میں تداعی اور ذکر بالجہر کو جائز بلکہ مستحب قرار دیتے ہیں، اور بعض دوسرے فقہائے کرام، مثلاً مالکیہ وحنفیہ عام یا خاص حالات میں تداعی کو اور بعض جہراً ذکر کو ناجائز یا مکروہ وغیرہ قرار دیتے ہیں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس طرح کا اجتہادی اختلاف، جب اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے اصحابِ علم وفقہ حضرات کی طرف سے نیک نیتی کے ساتھ صادر وجاری ہو، تو وہ قابلِ مذمت اور قابلِ نکیر نہیں کہلاتا۔

اور اسی کے ساتھ اس سلسلہ میں اجتہاد وترجیح کی صلاحیت رکھنے، یا ایسے شخص کی اتباع کرنے والے فرد کا رجحان جس قول کی طرف ہو، اس کو اسے راجح سمجھنے کا اختیار ہوتا ہے، اور دوسرے مجتہد، یا اس کے مقلد پر بے جا تنقید وتخطئہ کرنے سے اجتناب کا حکم ہوتا ہے۔

اور فقہ کا مشہور قاعدہ ہے کہ بعض فقہاء کا قول بعض دوسرے فقہاء پر حجت نہیں ہوا کرتا۔

لیکن اسی کے ساتھ اس سلسلہ میں ایک سے زیادہ فقہائے کرام کے ایک دوسرے سے مختلف اقوال میں التباس پیدا کرنا درست نہیں ہوتا، جس کا عمل جس فقیہ کے قول پر

www.idaraghufran.org

منطبق ہو،اس کو اسی کی طرف نسبت کرنی چاہیے،مثلاً اگر کوئی ذکر وتلاوت میں تداعی کے جواز یا استحباب کے قول کو ترجیح دیتا یا اختیار کرتا ہے،تو اسے یہ بات تسلیم کرنی چاہیے کہ یہ مثلاً شافعیہ کے قول پر مبنی ہے،نہ کہ مالکیہ وحنفیہ کے قول پر،ایسی صورت میں اسے حنفیہ کا قول قرار دینا صحیح نسبت اور درست طرزِ عمل نہیں ہوگا''۔(مجالسِ ذکراور اجتماعی ذکر،مشمولہ:علمی وتحقیقی رسائل،صفحہ۳۹،۴۰،مطبوعہ:ادارہ غفران،راولپنڈی،جولائی2018ء)

(2)

''پہلے بندہ کے موقف میں مجالسِ ذکر کونفسِ تداعی اور ذکرِ جہری کے ساتھ منعقد کرنے کی صورت میں عدمِ جواز کے متعلق جو فی الجملہ شدت تھی،ان دونوں مسائل کے مجتہَد فیہا ہونے کی وجہ سے اس سلسلہ میں کمی آ گئی،اورنفسِ مجالسِ ذکراور جہری ذکر کے قائلین وعاملین کے متعلق دوسرے مسائل سے قطع نظر،صرف اس مسئلہ کی حد تک صرف تداعی اور جہر کی بناء پر،بالخصوص جبکہ قربت وسنت سمجھے بغیر صرف علاج کے طور پر ہو، بدعت کی نسبت کا جو احساس تھا،اس میں کمزوری واقع ہوگئی۔

البتہ اگر جہر وتداعی کے علاوہ کوئی دوسرا مسلمہ منکر شامل ہو،یا خاص اس مسئلہ سے ہٹ کر دیگر منکرات وبدعات ہوں،ان کا معاملہ اپنی جگہ ان کی حسبِ شان ہے،جن سے بندہ کے مسئلہ ہٰذا کے متعلق موقف سے تعلق نہیں''(مجالسِ ذکراور اجتماعی ذکر،مشمولہ:علمی وتحقیقی رسائل،صفحہ۴۳،۴۴،مطبوعہ:ادارہ غفران،راولپنڈی،جولائی2018ء)

(3)

''اب بندہ کا رجحان اس طرف ہے کہ مروّجہ مجالسِ ذکر واجتماعی ذکر کو جن میں جہری ذکر ہوتا ہے،یا خاص ذکر کے لیے تداعی ہوتی ہے،اوران مجالس میں شرکاء کے لیے مخصوص مباح کیفیات کا اہتمام ہوتا ہے،سنت وقربت قرار دینا درست نہیں،اوراس طرح کی مجالس کو اپنی مجموعی کیفیات کے ساتھ سنت وقربت سمجھنا بدعت ہے،نیز نفسِ جہر وتداعی سے ہٹ کر کوئی دوسرا منکر شامل ہو،تو اس کا حکم بھی حسبِ منکر ہوگا،البتہ کسی مخصوص

www.idaraghufran.org

مباح طریقہ وکیفیت کے ساتھ جہری، یا اجتماعی ذکر کو بذاتِ خود سنت وقربت سمجھے بغیر اتفاقاً وعلاجاً اختیار کیا جائے، اور کسی قسم کی لازم ومتعدی خرابی میں مبتلا نہ ہوا جائے، تو فی نفسہٖ بدعت نہیں کہلائے گا، بالخصوص جبکہ سراً ذکر کیا جائے اور خاص ذکر کے مقصد کے لیے تداعی نہ ہو، بلکہ وعظ وغیرہ کے لیے تداعی ہو، یا نماز باجماعت وغیرہ کے لیے اجتماع منعقد ہو، اور پھر ضمناً ذکر کا عمل کیا جائے۔

پھر جو اہلِ علم واہلِ فقہ حضرات، مثلاً حنفیہ وجمہور مشائخِ دیوبند ذکر میں نفسِ تداعی اور غیر منصوص مقامات پر جہراً ذکر کو مکروہ قرار دیتے ہیں، ان کے قول کے مطابق ذکر میں نفسِ جہر اور اسی طرح ذکر میں نفسِ تداعی مکروہ ہوگی۔

اور اگر ذکر میں جہر اور تداعی کے شافعیہ کے جواز والے قول کو بھی لیا جائے، جو کہ بظاہر ہمارے نزدیک مرجوح قول ہے، لیکن بہرحال بعض فقہاء ومجتہدین کا قول ہے، تو اس قول کے مطابق بھی ان مجالس کو عمومی انداز ومقامات پر اہتمام کے ساتھ منعقد کرنے اور ان کی طرف عام لوگوں کو ترغیب دینے میں بذاتِ خود مخصوص کیفیت وھیئت پر مشتمل طریقہ کو سنت وقربت سمجھے جانے اور التزام مالایلزم جیسی خرابیوں اور افراط وتفریط کے پیدا ولازم آنے کا اندیشہ ہے'' (مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر، مشمولہ: علمی وتحقیقی رسائل، صفحہ ۴۴، ۴۵، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی، جولائی 2018ء)

(4)

''اگر صوفیائے کرام کے کسی سلسلہ میں جہری ذکر واجتماعی ذکر پر سنت وقربت سمجھے بغیر صرف علاجاً عمل ہو، تو اگرچہ ہمارے نزدیک فقہی لحاظ سے اس طرح کے افعال کو عوامی سطح پر منعقد کرنا خاص طور پر اس کی عادت بنالینا مفاسد کا سبب ہونے کی وجہ سے درست طرزِ عمل نہیں، لیکن ہم صرف جہر کے ساتھ علاجاً وتعلیماً مجالسِ ذکر کے عاملین کو صرف اس عمل کی وجہ سے بدعتی قرار دینے سے اجتناب کرتے ہیں، جب تک کوئی دوسری لازم، یا متعدی خرابی ومفسدہ لازم نہ آئے، اور مسئلہ ہٰذا کے مجتہد فیہ ہونے کی

وجہ سے تداعی و جہر کے ساتھ اجتماعی ذکر کے جواز یا استحباب کو مرجوح سمجھتے ہیں، بے شک وہ اپنے نزدیک اپنے طرزِ عمل یا رائے کو راجح سمجھیں، یہ ان کا اپنا معاملہ ہے، جیسا کہ دیگر مجتہد فیہا مسائل کا معاملہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔

البتہ اگر کوئی مجلسِ ذکر نفسِ تداعی، یا جہر کے علاوہ کسی دوسرے غیر مجتہَد فیہ نوعیت کے منکَر و بدعت پر مشتمل ہو، تو اس کے عدمِ جواز میں شبہ نہیں۔

اور ہم اس سلسلہ میں مجوزین کو خاص طور پر جن کا تعلق حنفیہ سے ہے، دعوت دیتے ہیں کہ وہ تداعی، جہری و دیگر قیوداتِ زائدہ کے ساتھ اجتماعی ذکر کے اہتمام والتزام اور اس کی ترغیبِ عام سے اجتناب فرمائیں، تاکہ نزاع کا خاتمہ ہو، اور اسی کے ساتھ فریقین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف بے جا تشدد و نکیر والا انداز اور طرزِ عمل اختیار کرنے اور مجتہد فیہا مسائل میں نکیر و تشدد سے گریز کریں، اور جس درجہ کا کوئی منکر ہو، اس پر اسی درجہ کی نکیر کو محدود رکھیں، اور ہر قسم کے تعصب سے بالاتر ہو کر نیک نیتی اور ٹھنڈے دل کے ساتھ ایک دوسرے کے موقف و تاویل اور توجیہ کو سمجھنے اور اپنے قول و فعل میں اعتدال پیدا کرنے اور خود حتی الامکان مفاسد و منکرات سے اجتناب کرنے اور مسنون اعمال و اذکار کو اختیار کرنے کا زیادہ سے زیادہ اہتمام فرمائیں، اور مسنون اعمال پر غیر مسنون اعمال کو ترجیح دینے سے گریز فرمائیں‘‘(مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر، مشمولہ: علمی و تحقیقی رسائل، صفحہ ۴۶، ۴۷، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی، جولائی2018ء)

اس قسم کی عبارات سے، اس سلسلے میں بندے کا موقف واضح ہے، جس میں کوئی ابہام نہیں۔ تفصیل اور دلائل کے لیے مذکورہ کتاب کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

فقط وَاللّٰهُ سُبۡحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ

محمد رضوان خان 24/محرم الحرام/1441ھ 24/ستمبر/2019 بروز منگل

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط59 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

فرعون کی دھمکیاں اور ”رجلِ مومن“ کی دعوت (آخری حصہ دہم)

رجلِ مومن کی دعوت (معبودانِ باطلہ کے لیے کوئی دعوت نہیں)

رجلِ مومن نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے خلاصۂ بحث کے طور پر فرعون اور اس کے درباریوں کو کہا کہ جن چیزوں کی طرف تم لوگ مجھے بلاتے رہے ہو، ان کے لئے کوئی دعوت نہیں، نہ دنیا میں نہ آخرت میں، یعنی اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ تم جن قوتوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنے کی مجھے دعوت دے رہے، اور پھر ان کی پوجا پاٹ کی مجھے ترغیب دے رہے ہو، یا جو بڑے لوگ اللہ تعالیٰ کے اختیارات سنبھالتے ہوئے، لوگوں سے اپنی غیر مشروط اطاعت کروا رہے ہیں، تم مجھے ان کی اطاعت کی طرف بلا رہے ہیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں، کیونکہ یہ معبودین اگر جمادات ہیں، تو جمادات کبھی بھی کسی کو اپنی عبادت کی دعوت نہیں دیتے، اور آخرت میں اگر اللہ تعالیٰ ان کو مجسم بھی کردیں، تب یہ اپنے عبادت کرنے والوں سے برائت اختیار کرلیں گے، اور نہ ہی ان کے لیے قبول ہونے والی دعوت ہوگی۔ [1]

---

[1] ثم قال: أنما تدعوننی إلیه لیس له دعوة فی الدنیا ولا فی الآخرة والمراد أن الأوثان التی تدعوننی إلی عبادتها لیس لها دعوة فی الدنیا ولا فی الآخرة وفی تفسیر هذه الدعوة احتمالان.

الأول: أن المعنی ما تدعوننی إلی عبادته لیس له دعوة إلی نفسه لأنها جمادات والجمادات لا تدعو أحدا إلی عبادة نفسها وقوله فی الآخرة یعنی أنه تعالی إذا قلبها حیوانا فی الآخرة فإنها تتبرأ من هؤلاء العابدین.

والاحتمال الثانی: أن یکون قوله لیس له دعوة فی الدنیا ولا فی الآخرة معناه لیس له استجابة دعوة فی الدنیا ولا فی الآخرة، فسمیت استجابة الدعوة بالدعوة إطلاقا لاسم أحد المتضایفین علی الآخر (تفسیر الرازی، ج۲۷ ص ۵۲۰، سورة غافر)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف ہمارا لوٹ کر جانا ہے، اور جو لوگ، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں حد سے گزرنے والے ہیں، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کی سورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ (سورة غافر، رقم الآية ۴۳)

یعنی ”سچ تو یہ ہے کہ جن چیزوں کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو، وہ دعوت کے اہل نہیں ہیں، نہ دنیا میں، نہ آخرت میں، اور حقیت یہ ہے کہ ہم سب کو اللہ کی طرف پلٹ کر جانا ہے، اور یہ کہ جو لوگ حد سے گزرنے والے ہیں، وہ جہنم والے ہیں“۔

مطلب یہ ہے کہ جو معبودانِ باطلہ ہیں، ان کے لیے دعوت نہ دنیا میں ہے، اور نہ آخرت میں، اصل دعوت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، جو دعاؤں کو قبول کرتا ہے، اور جو تکلیف کی حالت میں اس کو پکارتا ہے، تو اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور مخلوق کو دنیا و آخرت میں ایسا کوئی اختیار حاصل نہیں کہ دوسروں کی دعاء کو قبول کرے، اور کسی کا کام بنا سکے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ تم اور تمہارے معبودانِ باطلہ کا اصل ٹھکانہ، اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، جہاں جا کر تم نے اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا حساب دینا ہے، اور اس کی سزا اور جزا کو پانا ہے، تمہارے ان خودساختہ اور من گھڑت معبودوں میں سے کسی کی طرف تمہارے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لا جرم یعنی حقا أنما تدعوننی إلیه یعنی الصنم لیس له دعوة فی الدنیا ولا فی الآخرة یعنی لیست له استجابة دعوة لأحد فی الدنیا ولا فی الآخرة وقیل لیست له دعوة إلی عبادته فی الدنیا ولا فی الآخرة لأن الأصنام لا تدعی الربوبیة ولا تدعو إلی عبادتها وفی الآخرة تتبرأ من عابدیها (تفسیر الخازن، ج۴ص۷۴، سورة غافر)

[1] چنانچہ قرآن مجید کی سورہ نمل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (سورة النمل، رقم الآية ۶۲)

یعنی ”بھلا وہ کون ہے کہ جب کوئی بے قرار، اسے پکارتا ہے، تو وہ اس کی دعاء قبول کرتا ہے، اور تکلیف دور کر دیتا ہے، اور جو تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا (پھر بھی تم کہتے ہو کہ) اللہ کے ساتھ کوئی اور اِلٰہ ہے؟ نہیں! بلکہ تم بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو“۔

www.idaraghufran.org

لوٹنے کا کوئی سوال اور امکان نہیں، تو پھر تم اس بات میں غور کرو کہ تم کس طرح خرافات کے پلندے میں پھنسے ہوئے ہو، جس کی نہ کوئی بنیاد ہے، اور نہ کوئی حقیقت۔

اس کے بعد یہ بات بھی واضح فرمادی کہ جن لوگوں نے کفر وشرک کا ارتکاب کر کے بندگی کی حدود سے تجاوز کیا، اور بہر حال جہنمی ہیں، جو کہ اصل میں خسارہ ہے، اس لیے تم لوگ باز آ جاؤ، اور اپنی روش درست کرلو، اس سے پہلے کہ دنیا کی زندگی کی یہ محدود فرصت تمہارے ہاتھوں سے نکل جائے، اور کل کو تمہارے پاس ہاتھ مَلنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ ہو۔

رجلِ مومن کی دعوت (ختامۂ مسک کا ایک نمونہ ومظہر: تفویض الی اللہ)

رجلِ مومن نے ''ختامۂ مسک'' کے نمونے کے طور پر اپنی تقریر کا خاتمہ اپنے اس درد بھرے، اور انتہائی ناصحانہ اور ہمدردانہ جملے سے کیا کہ عنقریب تم لوگ وہ سب کچھ یاد کرو گے، جو میں آج تم سے کہہ رہا ہوں، جب تم اپنے کئے کا بدلہ بھگتو گے، مگر اس وقت کا یہ یاد آنا، اور اپنے کیے پر پچھتانا، تمہیں کچھ فائدہ نہیں دے گا کہ وہ وقت عمل کا نہیں، جزا وسزا کا ہوگا، اس لئے بے وقت کا وہ پچھتاوا تمہیں کچھ کام نہ آ سکے گا۔

رجلِ مومن نے اپنے خطاب کے خاتمے پر''تفویض الی اللہ'' سے کام لیتے ہوئے، اپنی قوم کو اس کا درس دیتے ہوئے کہا کہ میں اپنی حجت پوری کر چکا، اور جو کچھ نصیحت وہمدردی سمجھانا تھا، وہ سمجھا چکا، اپنی اس ذمہ داری کو پورا کر لینے کے بعد بس میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد کرتا ہوں، کیونکہ اعتماد وبھروسے کے لائق، اور سب کا حاجت روا اور معبود بہر حال وہی وحدہٗ لاشریک ہے، جو اپنے بندوں کو اور ان کے حالات کو پوری طرح دیکھتا اور جانتا ہے، اور وہی سب کی حاجتیں پوری فرماتا، اور مشکلیں، مصیبتیں دور کرتا ہے، اور ان کے کام بناتا ہے۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] فستذكرون ما أقول لكم: أى إذا حل بكم عقاب الله .وأفوض أمرى إلى قضاء الله وقدره، لا إليكم ولا إلى أصنامكم، وكانوا قد توعدوه .ثم ذكر ما يوجب التفويض، وهو كونه تعالى بصيرا بأحوال العباد وبمقادير حاجاتهم(تفسير البحر المحيط، ج٩ ص ٢٦١، سورة غافر)

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ(سورۃ غافر، رقم الآیۃ ۴۴)

یعنی''غرض تم عنقریب میری یہ باتیں یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں، اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، یقیناً اللہ سارے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے''

یہ رجلِ مومن کی وعظ ونصیحت کا آخری حصہ ہے، جس میں اس نے خیر خواہی کی انتہا کردی ہے، جس طرح ایک شفیق باپ اپنے بیٹے کو حقِ نصیحت ادا کردینے کے بعد جب بیٹے کی طرف سے کوئی مثبت جواب نہیں پاتا، بلکہ قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاید اس نصیحت پر کان دھرنے کے لیے تیار نہیں، تو وہ اپنے دل میں محبت اور شفقت کے تمام تر جذبات کو سمیٹتے ہوئے یہ بات کہتا ہے کہ بیٹا! تمہیں شاید آج یہ میری باتیں سمجھ نہیں آرہیں، لیکن وہ وقت دور نہیں، جب تم میری باتوں کو یاد کیا کروگے کہ میرے باپ نے ٹھیک کہا تھا، لیکن اس وقت شاید عمل کرنے کا وقت گزر چکا ہوگا۔

یہاں بھی رجلِ مومن نے عمائدینِ سلطنت کے سامنے تمام تر خطرات کو سامنے دیکھتے ہوئے حقِ نصیحت ادا کرنے کی کوشش کی، اور جب ان کی طرف سے کسی مثبت جواب کی امید نہ ہوئی، تو تب اس نے یہ کہا کہ مجھے جو کہنا تھا، کہہ چکا، تم اسے قبول کرو یا نہ کرو، لیکن عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب تمہیں میری باتیں یاد آئیں گی، لیکن اس وقت حسرت کے سوا تمہارے پاس کچھ نہیں ہوگا۔

''تفویض وتوکل'' کا معنیٰ بھروسہ کرنے کے ہیں، اور توکل علی اللہ کے معنیٰ ''اللہ پر بھروسہ کرنے'' کے ہیں۔ [1]

اور یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ تمام اسباب، اللہ کی مخلوق اور مملوک ہیں، اور اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں، اور اسی کے حکم سے اس عالمِ اسباب میں کارفرما ہیں، اور ان سب اسباب پر، اللہ

---

[1] التوكل فی اللغة: إظهار العجز والاعتماد على الغیر والتفويض والاستسلام، والاسم منه الوكالة. يقال: وكل أمره إلى فلان أی فوضه إليه، واعتمد عليه فيه، وتوكل على الله اعتمد عليه ووثق به، واتكل عليه فی أمره كذلك .والتوكل أيضا قبول الوكالة، يقال وكلته توكيلا فتوكل.

وفی الشريعة يطلق التوكل على الثقة بالله والإيقان بأن قضائه ماض، واتباع لسنة نبيه صلى الله عليه وسلم فی السعی فيما لا بد له منه من الأسباب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۴ ص۱۸۵، مادة "توكل")

www.idaraghufran.org

کا اختیار ہے، اور اللہ کے اختیار کے بغیر وہ اسباب بالکل بے جان ہیں، تو توکل اور بھروسہ بھی، ان اسباب کے خالق و مالک اور قادر و مختار پر ہونا چاہیے، اسی کو توکل علی اللہ کہا جاتا ہے۔ [1]

[1] فستذكرون ما أقول لكم وهذا كلام مبهم يوجب التخويف ويحتمل أن يكون المراد أن هذا الذكر يحصل في الدنيا وهو وقت الموت، وأن يكون في القيامة وقت مشاهدة الأهوال وبالجملة فهو تحذير شديد، ثم قال: وأفوض أمري إلى الله وهذا كلام من هدد بأمر يخافه فكأنهم خوفوه بالقتل وهو أيضا خوفهم بقوله فستذكرون ما أقول لكم ثم عول في دفع تخويفهم وكيدهم ومكرهم على فضل الله تعالى فقال: وأفوض أمري إلى الله وهو إنما تعلم هذه الطريقة من موسى عليه السلام، فإن فرعون لما خوفه بالقتل رجع موسى في دفع ذلك الشر إلى الله حيث قال: إني عذت بربي وربكم من كل متكبر لا يؤمن بيوم الحساب [غافر: 27] فتح نافع وأبو عمرو الياء من أمري والباقون بالإسكان.
ثم قال: إن الله بصير بالعباد أي عالم بأحوالهم وبمقادير حاجاتهم، وتمسك أصحابنا بقوله تعالى: وأفوض أمري إلى الله على أن الكل من الله(تفسير الرازي، ج۲۷ ص ۵۲۰، سورة غافر)

علمی و تحقیقی رسائل (جلد13)

(1)...محمد بن عبدالوهاب نجدی کے عقائد و افکار

(2)...قیامِ رمضان و باجماعت نوافل کی تحقیق

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

طب وصحت

حکیم مفتی محمد ناصر

''سَفَرْجَلُ'' یا بہی

''سَفَرْجَلُ'' ایک پھل کا عربی نام ہے،اس کو فارسی میں بہہ اور بہی، ترکی میں ''آئے وا''(Ayva)، اور انگریزی میں Quince کہتے ہیں،اس پھل کا نباتاتی نام Cydonia ہے۔

''سَفَرْجَلُ'' یا بہی، سیب جیسی جسامت رکھتا ہے، مگر اوپر سے بے ڈول ہونے کی وجہ سے سیب کے ساتھ مکمل طور پر مشابہت نہیں رکھتا، بلکہ کسی قدر ناشپاتی سے مشابہت رکھتا ہے، اس لحاظ سے سَفَرْجَلُ (یعنی بہی) کی دو اقسام ہیں۔

ایک قسم ناشپاتی کی طرح لمبوتری ہوتی ہے، جسے Cydonia oblonga کہتے ہیں اور دوسری قسم سیب کی طرح گول ہوتی ہے، جسے Cydonia vulgaris کہتے ہیں۔ اس پودے کا خاندان Rosaceae ہے۔

''سَفَرْجَلُ'' یا بہی، کا درخت 15 سے 20 فٹ تک بلند ہوتا ہے، کچا پھل سبز اور رُوا ں دار ہوتا ہے، جبکہ پختہ پھل زرد رنگ کا ہوتا ہے۔

بہی کے درخت پہاڑی ڈھلوانوں پر بہت اچھے پھلتے پھولتے ہیں، لیکن سرد علاقوں میں یہ میدانی زمین میں بھی لگائے جاتے ہیں، اس پودے کے آبائی علاقے ایران، ترکی، آذر بائیجان، افغانستان اور جورجیا ہیں، البتہ اب کئی ممالک اس کی خوراکی اہمیت کی وجہ سے اس کی کاشت کرتے ہیں، پاکستان میں بھی شمالی علاقوں میں اس کے درخت لگائے جاتے ہیں، شام، عراق اور اُردن جیسے گرم علاقوں کی آب وہوا میں بھی یہ پھل خوب پھلتے پھولتے ہیں۔

بہی کا تذکرہ مختلف ثقافتوں میں بھی ملتا ہے، قدیم یونانی اور رومی اَدوار سے ہی یہ پھل زیرِ بحث ہے۔

مسلم اطباء اس پھل کو امراضِ قلب میں مختلف طریقوں سے مفرد یا مرکب طور پر استعمال کراتے ہیں۔

احادیث مبارکہ میں بہی کے حوالے سے بہت سے حوالہ جات موجود ہیں، جن کی اسنادی حیثیت پر

پہلے کلام گزر چکا ہے۔

طریقۂ استعمال

اس کا پھل خوشبودار اور ذائقہ میں قدرے ترش ہوتا ہے، اور جسامت میں بہت سخت ہوتا ہے، اس لئے عام طور پر بہی کو کچے پھل کی صورت میں کھانے سے اطباء نے منع کیا ہے، اسی وجہ سے بہی کے پھل کو کچا کھانے کے بجائے، سالن کے طور پر پکا کر کھانا، یا پھر "سَــفَــرْجَــلْ" یا بہی، کو مربہ کی صورت میں استعمال کرنا زیادہ بہتر ہے، مربہ بہی بازار سے تیار شدہ بھی مل جاتا ہے اور اطباء اپنے طور پر بھی بہی کا مربہ بنالیتے ہیں، خالص شہد میں تیار کردہ مربہ بہی زیادہ فوائد کا حامل ہوتا ہے، طب یونانی میں مربہ بہی، رب بہی، شربت بہی اور بہی دانہ مستعمل ہیں، نیز بہی کے تازل پھل کا ملک شیک بھی بنا کر پیا جاتا ہے۔

بعض اوقات بہی کو پکانے کے بعد اس کی رنگت گلابی یا سرخ ہوجاتی ہے، اس کی وجہ بہی میں پائے جانے والا نباتی کیمیائی مادہ Anthocyanins ہے، جس کی وجہ سے اس کی رنگت چینی کے ساتھ پکانے کے بعد سرخ ہوجاتی ہے۔

"سَفَرْجَلْ" یا بہی کا مزاج اور بہی دانہ

بہی کے مزاج کے حوالے سے اطباء میں اختلاف پایا جاتا ہے، کچھ اطباء، طبِ یونانی کے مطابق بہی کا مزاج پہلے درجہ میں سرد تر لکھتے ہیں، اور بعض اطباء کے نزدیک بہی کا مزاج سرد خشک ہے (علم العقاقیر، صفحہ ۲۱۲، مصنفہ: حکیم محمد اشرف شاکر صاحب، مطبوعہ: شاکر پبلشرز، لاہور، بمطابق نظریہ اربعہ)

پھل کو کاٹنے سے اس کے درمیان میں سے بیج حاصل کئے جاتے ہیں، جن کو بہی دانہ کہا جاتا ہے، اور بہی دانہ کا مزاج اطباء نے دوسرے درجہ میں سرد اور تر قرار دیا ہے۔

"سَفَرْجَلْ" یا بہی کے خواص وافعال

"سَــفَــرْجَــلْ" یا بہی، خواص وافعال میں مقوی ومفرح قلب، مقویِ معدہ اور مقوی جگر ہے، بھوک

www.idaraghufran.org

بڑھانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، مٹی کھانے کی عادت اس کے استعمال سے ختم ہو جاتی ہے، مربہ کھانے سے دَست اوراسہال ٹھیک ہو جاتے ہیں، بہی کو کچا استعمال کرنے سے اطباء نے منع کیا ہے۔

امراضِ قلب میں بالخصوص مربہ بہی اطباء کا معمولِ مطب ہے، بہی کا شربت پیاس بجھاتا ہے اور قے بند کرتا ہے، بہی کے بیجوں یعنی بہی دانہ کا بھگو کر لعاب حاصل کیا جاتا ہے، جو جسم میں پیدا شدہ حرارت کے لئے سکون آور ہے، اور آنتوں کی خراش میں بھی بہت مفید ہے۔

منہ کی سوزش اور خشکی میں بہی دانہ کو چوسنے سے فائدہ ہوتا ہے، گرمیوں میں بہی دانہ اور ثابت اسپغول کو پانی میں بھگو کر لعاب حاصل کر کے رکھ لیا جاتا ہے، اور پھر حسبِ ضرورت ٹھنڈے پانی میں شامل کر کے شکر ملا کر بطور مشروب پیا جاتا ہے۔

بھیڑ کے گوشت میں بہی شامل کر کے بھی یخنی بنائی جاتی ہے، اور اس میں روٹی کو بھگو کر کھایا جاتا ہے

(افادات از حکیم حفیظ اللہ بٹ صاحب)   (جاری ہے......)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ 43 ''جمعِ قرآن کے لئے عمر رضی اللہ عنہ کی رائے''﴾

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو تحریری شکل میں مرتب کرنے کی رائے سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی، جس کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی تائید فرمائی۔

جس طرح قرآن مجید کی حفاظت کا اہتمام، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تھا، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ درست طریقے سے قرآن مجید کی قراءت وتلاوت کرنے کا بھی حکم فرماتے تھے، اور اس کی تاکید کرتے تھے۔

چنانچہ مورق عجلی سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَاللَّحْنَ وَالسُّنَنَ كَمَا تَعَلَّمُونَ الْقُرْآنَ (سنن الدارمی، رقم الحدیث ۲۸۹۲، إسناده صحيح وهو موقوف على عمر رضى الله عنه)

ترجمہ: فرائض (یعنی علمِ وراثت) اور (قرآن کی تلاوت کے لئے) لہجہ اور سنتوں کو سیکھو، جیسے قرآن کو سیکھتے ہو (دارمی)

مذکورہ روایات سے قرآن مجید کی حفاظت کے لئے عمر رضی اللہ عنہ کا اہتمام اور فکر معلوم ہوا۔

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□...... 5/12/19/26/ربیع الاول، اور 4/ربیعُ الآخر، 1442ھ، بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے، البتہ 19/ربیعُ الاول کو مدیر صاحب کی ادارہ کے بعض اُمور میں مشغولی کی وجہ سے مولانا ریحان صاحب نے، مسجدِ غفران میں جمعہ کی نماز پڑھائی۔

□...... 7/14/21/28/ربیع الاول، اور 6/ربیعُ الآخر، 1442ھ، بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں۔

□...... 6/ربیع الاول 1442ھ (مطابق 24اکتوبر2020ء) بروز ہفتہ، ادارہ غفران میں سالانہ شورائی اجلاس منعقد ہوا، جس میں مقامی اور بیرونی اراکین شریک ہوئے، مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب دامت برکاتہم (جامعہ حقانیہ، ساہیوال) اور شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد زاہد صاحب دامت برکاتہم (جامعہ امدادیہ، فیصل آباد) حسبِ سابق تشریف لائے، معزز اراکین کے سامنے مالیاتی گوشوارے اور آمدوخرچ کے حسابات پیش کیے گئے، تعلیمی شعبوں، دارالافتاء، شعبہ نشر واشاعت، ماہنامہ التبلیغ، مسجدِ غفران اور تعمیرِ پاکستان سکول کی بھی پورے سال کی کارگزاری حسبِ سابق مرتبہ شکل میں اراکین کو فراہم کی گئی، اور اجلاس میں ملاحظہ کی گئی، معزز اراکین نے تحسین فرمائی اور آراء پیش کیں، بحمد اللہ ادارہ مجموعی طور پر اپنے تمام شعبوں میں اپنے مقاصد کے حصول میں ترقی پذیر ہے، اس بات پر اراکین نے اطمینان ظاہر فرمایا "اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ" (اجلاس ظہر تا عصر انعقاد پذیر رہا) اسی دن بعد مغرب مولانا عتیق الرحمٰن صاحب (ابنِ حضرت مولانا صوفی سرور صاحب رحمہ اللہ، لاہور) ادارہ غفران میں تشریف لائے، اور مدیر صاحب سے ملاقات ہوئی۔

□...... 8/ربیع الاول بروز پیر، بعد مغرب، مولانا حافظ محمد اسماعیل صاحب زیدمجدہٗ (کوٹ پنڈی داس، شیخوپورہ) چند علمائے کرام کے ساتھ تشریف لائے، اور حضرت مدیر صاحب سے ملاقات وعلمی مجالست ہوئی۔

□...... 26/ربیع الاول بروز جمعہ، بعد نمازِ جمعہ مدیر صاحب نے جناب محسن صاحب (برادر صغیر، جناب بابر صاحب، غازی فوڈز، سید پور روڈ) کا مسجدِ غفران میں نکاحِ مسنون پڑھایا۔

□...... 27/ربیع الاول بروز ہفتہ، مدیر صاحب کا مع چند اراکینِ ادارہ کے، جناب محسن صاحب کے ولیمہ میں

شرکت کے لیے جانا ہوا۔

□......2 / ربیع الآ خر بروز بدھ، مدیر صاحب کا راولپنڈی کے تاجروں میں ایک مقام پر، مختصر بیان ہوا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ گزشتہ دنوں فرانس کے خلاف ملک میں جاری احتجاجات میں بعض دینی اداروں کے ذمہ داران اور بعض مفتیان نے مسلمانوں سے فرانس کی مصنوعات سے بائیکاٹ کا مطالبہ کیا تھا، اور فرانس کی مصنوعات میں LU کمپنی کی مصنوعات کو بھی شامل کرلیا تھا، مگر بعد میں مذکورہ حضرات نے تحقیق کی، تو انہیں معلوم ہوا کہ LU کمپنی کی مصنوعات کا فرانس سے تعلق نہیں، لہٰذا مذکورہ حضرات نے اپنی طرف سے بلاتحقیق لگائے گئے حکم سے رجوع کیا، مگراس دوران کمپنی مذکور کو کافی سارا خسارہ ہو چکا تھا، اور کمپنی مذکور سے وابستہ ہزاروں مسلمان بھی اس نقصان کا شکار ہو چکے تھے، اس صورتِ حال میں مذکورہ کمپنی کے ذمہ داران نے دارالافتاء، ادارہ ھٰذا سے رجوع کیا، اور مذکورہ معاملہ میں مدیر صاحب سے رہنمائی طلب کی، تو مدیر صاحب نے ان کی درخواست پر، تاجروں کے حلقہ میں مختصر اور جامع بیان کیا، اور جذبات سے مغلوب ہوکر اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنے، بلاتحقیق کسی چیز پر حلال، یا حرام کا حکم لگانے اور مسلمانوں میں اضطراب اور تشویش پیدا کرنے کی مذمت پر قرآن وسنت کی تعلیمات بیان کیں۔فجزاہ اللہ خیرا۔

اخبارِ عالم

مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات،حادثات وتغیرات

21/اکتوبر/2020ء/3/ربیع الاول/1442ھ: پاکستان:فٹیف کے 27میں سے 21پوائنٹس پرعملدرآمد کرچکا،بلیک لسٹ کے امکانات ختم،باقی 6شقوں پربھی 20فیصد کام کرلیا گیا،2021میں گرے لسٹ میں سے بھی نکل جائے گا،سفارتی ذرائع 22/اکتوبر: پاکستان: قائمہ کمیٹی قانون وانصاف،کلبھوشن کو اپیل کا حق دینے کا بل منظور،نیب ترمیمی بل مؤخر 23/اکتوبر: پاکستان: کورونا سے سب سے زیادہ متاثر شہروں میں کراچی پہلے نمبر پر،بری طرح متاثر ہونے والے شہروں میں اسلام آباد،لاہور اور پشاور بھی شامل، رپورٹ 24/اکتوبر: پاکستان: جسٹس فائز عیسیٰ کے خلاف صدارتی ریفرنس غیر قانونی قرار،وزیرِ قانون و معاونِ احتساب کے خلاف کاروائی کا حکم،ریفرنس بدنیتی پرمبنی ہونے کی بات مسترد،جسٹس فائز عیسیٰ اور اہلیہ کی ٹیکس کی خفیہ معلومات افشا کرنا جرم قرار،ایف بی آر کو کام جاری رکھنے کا حکم 25/اکتوبر: پاکستان: کورونا پھر بے قابو،مزید 12اموات،847نئے کیس 26/اکتوبر:سعودیہ:عمرہ بحالی کا تیسرا مرحلہ،6لاکھ سے زاید پرمٹ جاری،تیسرا مرحلہ یکم نومبر سے شروع ہوگا،یومیہ 20ہزار غیرملکی عمرہ کرسکیں گے،چوتھا مرحلہ کورونا کے مکمل خاتمہ کے بعد شروع کیا جائے گا،وزارتِ حج وعمرہ 27/اکتوبر:پاکستان: گستاخانہ خاکوں کے خلاف فرانس سے باضابطہ احتجاج،سفیر کی دفتر خارجہ طلبی،پارلیمنٹ میں مذمتی قراردادیں منظور،سینیٹ اور قومی اسمبلی تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھی،ارکان کا فرانس سے سفیر واپس بلانے،بائیکاٹ کرنے اور سنجیدہ جواب دینے پر غور، پنجاب اور سندھ اسمبلی میں بھی مذمتی قراردادیں منظور،بلوچستان کے تاجروں نے فرانسیسی اشیاء کا بائیکاٹ کردیا، دیگر اسلامی ممالک میں بھی بائیکاٹ کا سلسلہ جاری ☎ پاکستان: گندم کی امدادی قیمت میں 200روپے اضافہ، 3لاکھ میٹرک ٹن اضافی درآمد کی بھی منظوری 28/اکتوبر: پاکستان: پشاور مدرسہ میں بم دھاکہ،8طالب علم شہید،125زخمی،سیاسی ومذہبی رہنماؤں کی پشاور دھماکے کی شدید مذمت،واقعہ اے پی ایس کے بعد بڑا سانحہ قرار 29/اکتوبر: پاکستان: مسلم دنیا متحد ہوکر گستاخوں کو جواب دے،وزیرِ اعظم کا سربراہان مملکت کو خط، حکومت کا توہین آمیز خاکے شائع کرنے والوں کے خلاف قانونی چارہ جوئی،پوپ سے رابطے کا فیصلہ،ترک اسمبلی نے فرانسیسی صدر کو ملعون قرار دے دیا،قرارداد کا متن ☎ پاکستان اور ترکی کے ردِّ عمل پر فرانس کو مرچیں، فرانس کے وزیرِ داخلہ کی ڈھٹائی،دونوں ممالک کی پارلیمان میں فرانس کے خلاف قراردادوں کی منظوری فرانس

کے اندرونی معاملات میں مداخلت کے برابر قرار ✍ 30/اکتوبر: پاکستان: گستاخانہ خاکوں کے خلاف احتجاج کا سلسلہ تیز، مارکیٹوں سے فرانسیسی مصنوعات غائب، سفارتخانوں پر دھرنے ✍ یکم/نومبر: سعودیہ عرب: دنیا بھر کے مسلمانوں کو آج سے عمرے کی اجازت، ایس او پیز لازمی قرار، پہلے مرحلے میں 20ہزار زائرین سعادت حاصل کریں گے، مسجد الحرام میں 60ہزار نمازیوں کو اجازت ہوگی ☎ پاکستان: پیٹرول ایک روپے 57 پیسے، ڈیزل 84 پیسے فی لیٹر سستا ✍ 2/نومبر: پاکستان: بلوچستان میں سردی کی شدت میں اضافہ، گیس کی غیراعلانیہ لوڈ شیڈنگ شروع ✍ 3/نومبر: پاکستان: اقتصادی رابطہ کمیٹی، بجلی کے صنعتی صارفین کے لیے رعایتی پیکج منظور، 12روپے 96 پیسے فی یونٹ نرخ مقرر، اضافی بجلی کے استعمال پر رعایت ملے گی ✍ 4/نومبر: پاکستان: کورونا تیز، 1167 نئے کیس، قومی اسمبلی کی سرگرمیاں معطل ☎ پاکستان: ڈالر 13 پیسے سستا ہوکر 160 روپے سے نیچے آ گیا ✍ 5/نومبر: امریکہ: واشنگٹن، سنسنی خیز امریکی الیکشن، جو بائیڈن کو برتری، کانگریس میں بھی ڈیموکریٹس کو برتری، ٹرمپ نے دھاندلی کا الزام لگادیا ☎ پاکستان: ایک ہفتے میں 17 اشیاءِ ضروریہ کی قیمتیں بڑھ گئیں، مہنگائی کی شرح میں 1.38 فیصد اضافہ ✍ 6/نومبر: پاکستان: وفاقی کابینہ، چھوٹے کاروبار پر پروفیشنل لائسنس، ووکیشنل ٹیکس ختم ✍ 7/نومبر: پاکستان: ڈالر کی قدر میں کمی جاری، انٹربینک میں مزید 16 پیسے سستا ✍ 8/نومبر: امریکہ: جو بائیڈن امریکا کے 46ویں صدر منتخب، 20 جنوری کو عہدہ سنبھالیں گے ✍ 9/نومبر: پاکستان: کورونا سے مزید 25 اموات، اسلام آباد کے 5 سب سیکٹرز میں اسمارٹ لاک ڈاؤن نافذ ✍ 10/نومبر: پاکستان: اسلام آباد، فیول پرائس ایڈجسٹمنٹ میں بجلی 48 پیسے فی یونٹ مہنگی، اضافہ اگست کی فیول پرائس ایڈجسٹمنٹ میں کیا گیا، کے الیکٹرک صارفین پر اطلاق نہیں ہوگا، نیپرا ✍ 11/نومبر: پاکستان: پاکستانی روپیہ ایشیا کی 3 بہترین کرنسیوں میں شامل، 6ماہ سے امریکی ڈالر کو مسلسل بھرپور مقابلہ دینے کا سلسلہ جاری، زرِ مبادلہ کے ذخائر میں اضافے اور مضبوط ترسیلاتِ زر کے باعث استحکام ✍ 12/نومبر: پاکستان: منی لانڈرنگ کیس میں شہباز فیملی پر فردِ جرم عاید، عدالت کے باہر لیگی کارکنوں اور پولیس میں ہاتھا پائی ✍ 13/نومبر: پاکستان: چیف جسٹس پشاور ہائیکورٹ جسٹس وقار سیٹھ کورونا سے انتقال کر گئے، وہ طبیعت ناساز ہونے کی بنا پر کئی روز سے اسپتال میں زیرِ علاج تھے ✍ 14/نومبر: پاکستان: بھارتی فوج کی اشتعال انگیزی، کنٹرول لائن پر شدید جھڑپیں، 6 بھارتی ہلاک، پاک فوج کے جوان سمیت 5افراد شہید ☎ پاکستان: رومانیہ میں تیار جہاز پی این ایس تبوک پاک بحریہ میں شامل، سمندری صلاحیتوں میں اضافہ ہوگا،

ترجمان پاک بحریہ ✍ 15/نومبر: سعودی عرب: ریاض، جی 20 اجلاس، غریب ممالک کے لیے بڑا ریلیف، قرضہ واپسی 2021 تک معطل ☎ پاکستان، ذیابیطس کے مریضوں میں تیزی سے اضافہ، پاکستان چوتھے نمبر پر آ گیا ✍ 16/نومبر: پاکستان: گلگت بلتستان الیکشن، پی ٹی آئی 9، آزاد 7، پی پی 4، ن لیگ 2 پر کامیاب ☎ پاکستان: پیٹرول 1.71 اور ہائی سپیڈ ڈیزل 1.79 روپے فی لیٹر سستا ✍ 17/نومبر: پاکستان: اقتصادی رابطہ کمیٹی، 3500 پی آئی اے ملازمین ریٹائر، رضا کارانہ ریٹائرمنٹ اسکیم سے قومی ایئر لائن کو سالانہ 4 ارب بچت متوقع ✍ 18/نومبر: پاکستان: وفاقی کابینہ، کورونا علاج میں استعمال ہونے والی 61 اشیا پر ٹیکس چھوٹ کی منظوری ☎ پاکستان: پنجاب کابینہ، گنے کی امدادی قیمت 200 روپے من مقرر کرنے کی منظوری۔ ✍ 19/نومبر: پاکستان: کورونا، NCOC کے فیصلوں پر عملدرآمد لازمی، خلاف ورزی پر کاروائی ہوگی، اسلام آباد ہائیکورٹ، تحریری فیصلہ۔ ✍ 20/نومبر: پاکستان: سرحد پار تجارتی فہرست میں پاکستان کی 31 درجے بہتری، پاکستان عالمی فنڈ کی سالانہ رپورٹ میں 136 پوزیشن سے 106 ویں پر آ گیا، FBR۔

www.idaraghufran.org